عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۳۱ | ۲۰ تا ۲۶ رشوال المکرم ۱۴۳۳ھ مطابق ۹ تا ۱۵ ر ستمبر ۲۰۱۲ء | شمارہ:۳۴

کھیل کود کے بین الاقوامی نقصانات

مرحوم کی جائیداد کی شرعی تقسیم

محمد یحییٰ، کراچی

س:...... ایک شخص کا انتقال ہوگیا ہے، ان کے پسماندگان میں مندرجہ ذیل افراد ہیں: ایک بیوہ، دو بیٹے، چار بیٹیاں، مرحوم کے والدین نہیں ہیں۔ مرحوم کی جائیداد کی شرعی تقسیم بتادیں؟

ج:...... صورت مسئلہ میں مرحوم کے حقوق متقدمہ یعنی تجہیز وتکفین کے متوسط اخراجات نکالنے کے بعد اگر مرحوم پر کسی کا کوئی قرض ہوتو وہ ادا کیا جائے، اگر مرحوم نے بیوی کا حق مہر ادا نہ کیا ہوتو وہ بھی قرض ہے جس کی ادائیگی مرحوم کے ترکہ سے ہوگی، اسی طرح اگر مرحوم نے کسی غیر وارث کے لئے کوئی جائز وصیت کی ہوتو ایک تہائی مال تک اسے نافذ کرنے کے بعد بقیہ ترکہ کو ۶۴ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا، جن میں سے ۸ حصے بیوہ کو، چودہ، چودہ حصے ہر ایک بیٹے کو جبکہ سات، سات حصے ہر ایک بیٹی کو ملیں گے۔

بھائی اور والدہ کا ترکہ کیسے تقسیم ہو؟

تبسم ناز، کراچی

س:...... ایک مکان جس کا کورٹ میں کیس بھی چل رہا ہے، یہ گھر ہمارے بڑے بھائی کے پیسے سے خریدا گیا جو کہ سعودی عرب میں کام کرتے تھے، وہاں ایک حادثہ میں انتقال کرگئے اور ان کی کمپنی نے انشورنس کی رقم دی، جس سے گھر لیا گیا اور گھر والدہ کے نام لیا گیا، اب والدہ بھی انتقال کرگئی ہیں، ہم کل ایک بھائی، چھ بہن اور والد صاحب جو حیات ہیں، اب اس مکان کی تقسیم کس طرح ہوگی، مہربانی کرکے راہنمائی فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

ج:...... صورت مسؤلہ میں آپ کے بھائی مرحوم اور والدہ مرحوم کی تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کو ۱۹۲ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور یہ گھر بھی چونکہ آپ کے مرحوم بھائی کے ترکہ کی رقم سے خریدا گیا تھا، اس لئے یہ بھی شرعاً ورثہ میں تقسیم ہوگا اور آپ کے بھائی کے وارث صرف آپ کے والد اور والدہ ہوں گے باقی آپ بہن بھائیوں کو اس کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے اس کا کل ترکہ چھ حصوں میں تقسیم ہوگا جس میں سے ایک حصہ آپ کی والدہ کا اور بقیہ پانچ حصے آپ کے والد کے ہوئے اور اب چونکہ آپ کی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا ہے ان کے وارث آپ سب بہن بھائی اور آپ کے والد ہوں گے اس لئے آپ کی والدہ کو جو ایک حصہ مرحوم بیٹے کے ترکہ سے ملا ہے اور اس کے علاوہ جو کوئی چیز بھی ان کی ملکیت میں تھی ان سب کو ۳۲ حصوں میں تقسیم کریں گے جس میں سے آٹھ حصے مرحوم کے شوہر یعنی آپ کے والد اور چھ حصے بیٹے

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

کے اور تین تین حصے ہر ایک بیٹی کو ملیں گے۔ آسانی کے لئے ہم ان دونوں کے ورثہ کو ۱۹۲ حصوں میں تقسیم کریں گے جس میں ۱۶۸ حصے آپ کے والد کو، ۶ حصے آپ کے بھائی کو اور تین تین حصے ہر ایک بہن کو ملیں گے۔

مرزائی/قادیانی وکیل کا حکم

محمد زید، نوشہرہ

س:...... ایک قادیانی وکیل.... ساکن نوشہرہ کینٹ جو نوشہرہ کچہری میں وکالت کر رہا ہے۔ ہر مسلمان نوشہرہ کچہری میں کسی بھی عہدہ پر کام کرنے والا مسلمان اور خاص کر مسلمان وکلاء برادری کو اس بدبخت کے ساتھ کیسا رویہ رکھنا چاہیے؟

ج:...... اگر مذکورہ وکیل واقعتاً قادیانی ہے تو کچہری میں کسی بھی عہدے پر کام کرنے والے تمام مسلمان عہدہ داران اور بالخصوص مسلمان وکلا پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے دوسرے وکلاء اور عام سادہ لوح مسلمانوں کو اس وکیل سے دور رکھنے کی اپنی ممکنہ کوشش کریں، اس سے ہر طرح کا مکمل بائیکاٹ کا اعلان کریں اور آئندہ کے لئے ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں۔ واللہ اعلم۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

انٹرنیشنل

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۱ — ۲۰ تا ۲۶ رشوال المکرم ۱۴۳۳ھ مطابق ۸ تا ۱۵ رستمبر ۲۰۱۲ء — شمارہ:۳۴

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل، عرفان خان

اس شمارے میں!

تحریکِ ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے آثار و نتائج	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
کامیابی کا راز صرف طاقت نہیں	۷	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی
۷ ستمبر۔ ایک عظیم تاریخ ساز دن (۱)	۹	مولانا مفتی خالد محمود
تبلیغی جماعت اور اکابرینِ ملت	۱۳	مولانا سید زین العابدین
اسلامی اذکار و دعائیں…	۱۵	مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی
کھیل کود کے بین الاقوامی نقصانات….	۱۹	مولانا توحید عالم قاسمی
کہنے تو ہیں بھلے کی وہ لیکن بُری طرح	۲۳	شمس الحق ندوی
"عدت" کا قرآنی حکم پڑھ کر یہودی سائنس دان….	۲۶	علی ہلال

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون بیرونِ ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زرِ تعاون اندرونِ ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک۔ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ:0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، ۳۴۲۳۴۴۷۶، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35.Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

دنیا سے بے رغبتی

زیادہ کھانے کی ممانعت کا بیان

”حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ: کسی آدمی نے کوئی برتن نہیں بھرا جو پیٹ سے بدتر ہو، ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر سیدھی رکھیں، اور اگر بہت ہی کھانا ہو تو پیٹ کا ایک تہائی حصہ کھانے کے لئے ہونا چاہئے، ایک تہائی پانی کے لئے، اور ایک تہائی سانس کے لئے۔“ (ترمذی، ج:۲، ص:۶۰، ۹۱)

پیٹ سب سے بدتر برتن ہے، اس لئے کہ جو چیز اس میں جاتی ہے، وہ نجس اور گندی ہو جاتی ہے، اور پھر سڑ کر فضلات کی شکل میں خارج ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ کھانا خود مقصود نہیں، بلکہ ایک ضرورت ہے کہ اس کے بغیر زندگی کا قیام عادۃً ممکن نہیں، اور یہ مقصود چند لقموں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے اصل تو یہی ہوا کہ آدمی چند لقموں پر کفایت کرے، لیکن اگر اس پر طبیعت راضی نہ ہو تو معتدل طریقہ یہ ہے کہ پیٹ کے تین حصے کرلے، ایک حصہ کھانے کا، ایک پانی کا، اور ایک سانس کے لئے۔ ایسا نہ کرے کہ پیٹ کو ناڑی کی بندوق کی طرح کھانے ہی سے بھرلے کہ سانس لینا بھی مشکل ہو جائے۔ حکمائے اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ پُرخوری مضرِ صحت ہے، اس سے بدن میں کسل اور گرانی پیدا ہوتی ہے، طبیعت کا نشاط ختم ہو جاتا ہے، اور آدمی کو ذکر و عبادت میں بھی مزہ نہیں آتا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”غذائے جسمانی کی کثرت سے غذائے روحانی یعنی ذکر اللہ کم ہو جاتا ہے۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

تہی از حکمتی بعلت آں
کہ پری از طعام تا بینی

(تم حکمت سے اس وجہ سے خالی ہو
کہ کھانے سے ناک تک پیٹ بھر رکھا ہے)

اس لئے سالک کو غذائے جسمانی میں کثرت نہ چاہئے، بلکہ توسط کا لحاظ رکھنا چاہئے، مگر یہ ضروری ہے کہ سب کا اوسط ایک نہیں ہے، بلکہ ہر شخص کا اوسط مختلف ہے۔

اسی طرح اوسط سے کم کھانا بھی مضر ہے، ایک ضرر تو جسمانی ہے کہ غذا بہت کم کرنے سے ضعف لاحق ہو جاتا ہے اور کام نہیں ہو سکتا، اور ایک ضرر مقصودِ سلوک کا ہے، وہ یہ کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ تشبہ بالملائکہ حاصل کرے، اور تشبہ بالملائکہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو نہ شبع سے بدمست ہو، نہ جوع سے پریشان ہو، بلکہ معتدل حالت میں رہ کر طمانیت و جمعیتِ قلب سے متصف ہو۔

پس کھانے سے اصل مقصود جمعیتِ قلب ہے، نہ بہت کھانا مطلوب ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ: ”اذا حضر العشاء والعشاء فابدئوا بالعشاء“ (جب ایک طرف عشاء کی نماز کا وقت ہو، اور دُوسری طرف رات کا کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالو) فقہاء نے کھانے کی یہاں تک رعایت کی ہے کہ اگر کھانا ٹھنڈا ہونے، اس کی لذت زائل ہو جانے کا اندیشہ ہو، جب بھی نماز کو موٴخر کر دینا جائز ہے، منشا اس کا وہی تحصیل جمعیتِ قلب ہے کہ بار بار یہ خیال نہ آوے کہ نماز جلدی پڑھوں تا کہ کھانا ٹھنڈا نہ ہو جاوے۔“ (انفاسِ عیسیٰ، ص:۱۸۲)

یہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ سے کم کھانے کے جو واقعات منقول ہیں، ہم ضعفاء کو ان کی ریس نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ ہم اپنے ضعف کی وجہ سے ان کی کم خوری کا تحمل نہیں کر سکیں گے، اس لئے اس زمانے میں مشائخ تقلیلِ طعام کا مجاہدہ نہیں بتاتے تا کہ ضعف غالب نہ آجائے، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”پہلے صوفیہ سے جو تقلیلِ غذا کے واقعات منقول ہیں، آج کل ان پر عمل نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان حضرات میں قوت زیادہ تھی، ان کو غذا کم کرنے سے بھی جمعیتِ قلب فوت نہ ہوتی تھی۔ عبادت میں نشاط و سرور، صحت و قوت ہی سے ہوتا ہے، اور تجربہ ہے کہ آج کل تقلیلِ غذا سے صحت برباد ہو جاتی ہے، فاقہ کر کے نماز پڑھنے سے انتڑیاں قل ہو اللہ پڑھنے لگیں گی، زبان و قلب سے کچھ نہ نکلے گا۔“ (حوالہ بالا)

طبرانی کے حوالے سے مجمع الزوائد (ج:۲، ص:۲۵۷) میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ نفلی روزہ نہیں رکھتے تھے، اور فرماتے تھے: جب میں روزہ رکھتا ہوں تو ضعف کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا، اور نماز مجھے روزے سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر روزہ رکھتے تھے تو مہینے میں بس تین دن کا رکھتے تھے۔ طبقات ابن سعد (ج:۳، ص:۱۵۵) میں عبدالرحمن بن یزید کا قول نقل کیا گیا ہے کہ: میں نے کسی فقیہ کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کم روزے رکھتے نہیں دیکھا، ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ: آپ روزے کیوں نہیں رکھتے؟ فرمایا: میں نے روزے کے بجائے نماز کو اختیار کر لیا ہے، میں روزہ رکھتا ہوں تو ضعف کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ (حیاۃ الصحابہ، ج:۳، ص:۹۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کثرت سے نماز پڑھتے تھے اور روزے سے چونکہ ضعف لاحق ہو جاتا ہے اور طبیعت میں نشاط و انشراح نہیں رہتا، اس لئے وہ زیادہ نفلی روزے نہیں رکھتے تھے، تا کہ نماز میں خوب نشاط رہے، اس سے معلوم ہوا کہ خوراک کی کمی بس اس حد تک مطلوب ہے کہ آدمی کی قوت و نشاط میں خلل واقع نہ ہو۔ ☆☆☆

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

اداریہ

محمد اعجاز مصطفی

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے آثار ونتائج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ

متحدہ ہندوستان میں انگریز کا جب تسلط ہوا تو اس نے مسلمانوں کو تقسیم کرنے اور ان کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے آزادی مذہب کا نعرہ لگایا، اور ساتھ ہی اپنے مخبر اور ایجنٹ پیدا کرنے کے لئے کئی ایک خاندانوں کو مالی طور پر نوازا، اس کے علاوہ محب دین، مخلص اور دین پر اپنی جانے نچھاور کرنے والے مسلمانوں میں موجود جذبۂ جہاد اور جذبۂ حریت کو کچلنے کے لئے اپنے خود کاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی کی تخم ریزی شروع کردی، یہاں تک کہ اس نے انگریزی حکومت کے سائے میں مبلغ اسلام، مجدد اسلام، مہدی، مثیل مسیح، مسیح موعود جیسے دعاوی کرتے کرتے اپنے نبی ہونے کا اعلان کردیا۔

علمائے اسلام نے اول روز سے ہی اس کا تعاقب شروع کیا اور قرآن وسنت اور اجماع امت کی نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ عقیدے کی مخالفت کی بنا پر اس کو جھوٹا، کذاب، مفتری دجال اور کافر قرار دیا۔

قادیانی اپنے جھوٹے نبی کے طریقے پر چلتے ہوئے آج بھی مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ مسلمانوں سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں، جس طرح ان میں مسلک کا اختلاف ہے، ہمارا بھی مسلمانوں سے اسی طرح کا اختلاف ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟ آیئے قادیانی تحریرات کے تناظر میں اسے دیکھتے ہیں:

۱:... ''حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ ان کا (یعنی مسلمانوں) کا اسلام اور ہے ہمارا اور، ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور، ہمارا حج اور ہے اور ان کا اور، اسی طرح ہر بات میں ان سے اختلاف ہے''۔

۲:... ''یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔''

(خطبہ مرزا محمود الفضل قادیان، جلد۱۹ صفحہ۱۳)

۳:... اور مرزا بشیر اپنی کتاب کلمۃ الفصل کے صفحہ 169 پر لکھتا ہے:

''غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا، اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں: ایک دینی، دوسرے دنیوی۔ دینی تعلقات کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے...... اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ وناتہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔''

حالانکہ اس سے بڑھ کر ان قادیانیوں نے نبی کے مقابلہ میں نبی، کتاب کے مقابلہ میں کتاب پیش کی، صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دیکھنے اور ماننے والوں کو صحابی، مرزے کی بیوی کو ازواج مطہرات کے مقابلہ میں پیش کیا، شعائر اسلام کے مقابلہ میں شعائر وضع کئے، مکہ اور مدینہ کے مقابلہ میں قادیان کو ارض حرم اور مکۃ المسیح قرار دیا، حج کے مقابلہ میں قادیان کی حاضری کو حج سے افضل قرار دیا، یہاں تک کہ دین اسلام کو مردہ دین اور قادیانیت کو زندہ اسلام قرار دیا۔ اس لئے ان کے خلاف پاکستان بننے کے بعد ۱۹۵۲ء میں تحریک چلی جس میں دس ہزار سے زائد مسلمان شہید کئے گئے اور بزور قوت اس تحریک کو دبا دیا گیا، پھر ۱۹۷۴ء میں تحریک چلی، جس کے نتیجے میں پوری قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اس تحریک سے کیا نتائج و آثار حاصل ہوئے، اس کے لئے شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا یہ اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت شہید اسلامؒ لکھتے ہیں:

”ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی تحریک میں صرف یہی نہیں ہوا کہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا بلکہ اس کے آثار و نتائج پر نظر ڈالی جائے تو اس تحریک کی وجہ سے بہت سے نتائج وقوع پذیر ہوئے۔ مثلاً:

۱)...... پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا، علاوہ ازیں قریباً تیس اسلامی ممالک قادیانیوں کو کافر، مرتد، دائرہ اسلام سے خارج اور خلاف قانون قرار دے چکے ہیں۔

۲)...... ختم نبوت کی تحریک پاکستان میں کامیاب ہوئی، تو پوری دنیا پر قادیانیوں کا کفر و نفاق واضح ہوگیا، اور دنیا کے بعید ترین ممالک کے مسلمان بھی قادیانیوں کے بدترین کفر سے واقف ہوگئے۔

۳)...... بہاولپور سے ماریشس، جوہانسبرگ تک کی بہت سی عدالتوں نے قادیانیوں کی غیر مسلم حیثیت کی بنا پر فیصلے دیئے۔

۴)...... ”مجلس تحفظ ختم نبوت“ کی تحریک نے نہ صرف پاکستان کو بلکہ دیگر اسلامی ممالک کو قادیانیوں کے غلبہ تسلط سے محفوظ کردیا اور تمام دنیا کے مسلمان قادیانیوں کو ایک سازشی اور مرتد ٹولہ سمجھ کر ان سے محتاط اور چوکنا رہنے لگے۔

۵)...... بے شمار لوگ جو قادیانیوں کے دام ہم رنگ زمین کا شکار ہوکر مرتد ہوگئے تھے، جب ان پر قادیانیت کا کفر کھل گیا تو وہ قادیانیت کو چھوڑ کر دوبارہ دامن اسلام سے وابستہ ہوگئے۔

۶)...... ایک وقت تھا کہ مسلمانوں کا ملازم پیشہ نوجوان طبقہ قادیانیوں سے بے حد مرعوب تھا، چونکہ قادیانی پاکستان میں اعلیٰ مناصب پر قابض تھے، اس لیے وہ ایک طرف اپنے ماتحت عملے میں قادیانیت کی تبلیغ کرتے اور دوسری طرف اچھے مناصب کے لیے صرف قادیانیوں کا انتخاب کرتے، اس سے مسلمانوں کے نوجوان طبقہ کی صریح حق تلفی ہوتی تھی اور بہت سے نوجوان اچھی ملازمت کے لالچ میں قادیانی مذہب کے ہمنوا ہوجاتے تھے، اب بھی اگرچہ کلیدی آسامیوں پر بہت سے قادیانی فائز ہیں، اور ملازمتوں میں ان کا حصہ مسلمانوں کی نسبت اب بھی زیادہ ہے، مگر اب قادیانیوں کے سامنے مسلمان نوجوان کا احساس کہتری ختم ہورہا ہے، اور نوجوانوں کی طرف سے مطالبے ہورہے ہیں کہ قادیانیوں کو ان کے حصہ رسدی سے زیادہ کسی ادارے میں نشستیں نہ دی جائیں۔

۷)...... قیام پاکستان سے ۱۹۷۴ء تک ”ربوہ“ مسلمانوں کے لیے ایک ممنوعہ قصبہ تھا، وہاں مسلمانوں کے داخلہ کی اجازت نہیں تھی حتیٰ کہ ریلوے اور ڈاک خانہ کے سرکاری ملازموں کے لیے قادیانی ہونے کی شرط تھی، لیکن اب ”ربوہ“ کی سنگینی ٹوٹ چکی ہے، وہاں اکثر سرکاری ملازم مسلمان ہیں (اور اب تو الحمدللہ ”ربوہ“ کا نام چناب نگر سے بدل کر قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی گئی ہے)۔ ۱۹۷۵ء سے مسلمانوں کی نماز باجماعت بھی ہوتی ہے اور ”مجلس تحفظ ختم نبوت“ کے مدارس و مساجد، دفتر و لائبریری قائم ہیں۔ (باقی صفحہ ۲۳ پر)

کامیابی کا راز صرف طاقت نہیں!

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

اگر ہم پوری انسانی تاریخ کا جائزہ لیں تو تاریخ کے کسی دور میں ہم کو کوئی ایسا مذہب نظر نہیں آئے گا جس نے جسم وروح کو باہم جمع کرنے اور مادی اور معنوی طاقتوں کو ایک دوسرے کے لئے لازم اور دین و دنیا کو بیک وقت ایک شاہراہ پر چلنے کی ایسی نشان دہی اور تلقین کی ہو، جس طرح اسلام نے کی، اس سلسلے میں اسلام کا جو کردار رہا ہے وہ ایسا کھلا ہوا اور فطری ہے کہ ہر انصاف پسند انسان اس کی اس خصوصیت اور اس کی عظمت تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مثال کے طور پر فریضۂ جہاد کو پیش نظر رکھیں، جو بظاہر خالص مادی طاقت کے سہارے ادا ہوسکتا ہے یا کم از کم اس کے لئے ظاہری ساز وسامان اور تیاری کی شدید ضرورت ہوتی ہے، لیکن اسلام نے اس فریضے کی ادائیگی کے لئے مادی طاقتوں کے ساتھ معنوی طاقت کی تیاری پر بھی زور دیا ہے بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہاں پر بھی ایمان وتقویٰ کی قوت کو اولین ہتھیار اور مادی طاقت کے کامیاب ہونے کا پیش خیمہ قرار دیتا ہے۔ میدان جنگ میں بھی وہ تمام اسلامی اور انسانی آداب ملحوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے جو عام زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں، ایک طرف دشمن سے مقابلہ کرنے کیلئے ہر طرح سے تیار رہنے اور اس کے حملے کو روکنے کے لئے تمام ظاہری تدابیر پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت کا حکم ہے اور ''الحرب خدعۃ'' (جنگ خفیہ تدبیروں کا نام ہے) کا اعلان عام ہے اور ''واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوکم۔''

ترجمہ: ''اور جہاں تک ہو سکے فوج کی جمعیت کے زور سے اور گھوڑوں کو تیار رکھنے سے ان کے مقابلے کے لئے مستعد رہو کہ اس سے خدا کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں کے دلوں پر ہیبت بیٹھے گی۔''

کا حکم ربانی ہے تو دوسری طرف اس بات کی تلقین ہے کہ دامن تقویٰ کہیں چھوٹنے نہ پائے، ایمان کی قوت میں کوئی کمی نہ آسکے، نمازوں کی ادائیگی میں کوئی فتور نہ واقع ہو، اللہ تعالیٰ کا لحاظ اور اس کا خوف ہر وقت مستحضر رہے اور اسی کے ساتھ یہ فرمایا گیا کہ دشمن پر خود سے حملہ نہ کیا جائے، لیکن حملے کا جواب حملے سے ضرور دیا جائے تاکہ امت اسلامیہ کے وجود کو دشمن ختم نہ کرسکے اور اس کی عزت وعظمت میں کوئی کمی واقع نہ ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنان اسلام سے بار بار جہاد فرمایا اور فتح وکامرانی حاصل کرنے کے لئے معنوی طاقت کے ساتھ مادی طاقت کا بھی انتظام فرمایا، چنانچہ مسلمان بہادروں نے اس زمانے میں خود ڈھال، تلوار اور کئی طرح کے ہتھیاروں کو اپنایا، اس زمانے میں ٹینک جس شکل وصورت میں موجود تھا، اس کو بھی لڑائیوں میں استعمال فرمایا، جنگ خندق میں جب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا تو آپ نے اس مشورے کو قبول فرمایا اور اس کو پسند کیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودنے میں شریک تھے۔

اور آپ کے بعد تمام مسلمان اسلامی جہاد کے فریضے کی ادائیگی میں آپ کے نقش قدم پر صدیوں تک چلے اور جب تک آپ کی اتباع کرتے رہے، سرخرو وفتح مند اور کامیاب ہوتے رہے، انہوں نے بڑے بڑے دشمنوں کو شکست دی اور ایسی ایسی فتوحات حاصل کیں جو نہ صرف تاریخ اسلام، بلکہ پوری دنیا کی تاریخ کا ایک اہم ترین باب ہیں۔

لیکن مادی وسائل واسباب، ظاہری تیاریوں اور تدابیروں کی کامیابی کا سارا انحصار اس دوسری خفیہ طاقت پر ہے جو انسان کے باطن اور اس کے ضمیر میں پنہاں ہے اور وہ ہے ایمان ویقین کی طاقت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تربیت اسی نہج پر فرمائی تھی، آپ نے ان کے دلوں میں ایمان ویقین اور تقویٰ وعزیمت کا وہ بیج بویا تھا، جس کی جڑیں بے حد مضبوط تھیں، اسی طاقت کی بدولت انہوں نے تاریخ اور دنیا کو عظمت وعزت کے وہ واقعات عطا کئے جو عقل کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ مٹھی بھر مسلمانوں نے ہمیشہ بڑے بڑے لشکروں اور زبردست طاقتوں سے نبرد آزمائی کی اور ان کو ایسی شکست دی کہ وہ ہمیشہ کے لئے ذلیل وخوار ہوگئے، یہی وہ طاقت تھی جو جنگ بدر میں ایک بھاری دشمن کے مقابلہ میں صرف تین سو تیرہ مجاہدین اسلام کے لئے سرخروئی وکامرانی کا باعث بنی، اسی طاقت نے دو لاکھ سے زیادہ رومی سپاہیوں کو صرف چالیس ہزار مسلمانوں کے ہاتھ ذلیل وخوار کرکے رکھ دیا اور ان کا سر ہمیشہ کے لئے نیچا

ہوگیا، کیا تاریخ ان واقعات کو فراموش کر سکتی ہے اور کیا اس حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت ملاحظہ ہو جو لشکر کی روانگی کے وقت آپ کیا کرتے تھے۔

''اللہ کا ڈر ہر وقت قائم رہے، غداری اور خیانت سے پرہیز کیا جائے، کسی بچے، عورت اور بوڑھے کو قتل نہ کیا جائے۔''

اس وصیت کو بار بار پڑھئے، اعجاز و کمال کی اس بلندی پر بجز ایک رسول مبعوث صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون پہنچ سکتا تھا؟ بالآخر یہی اصول اسلامی جہاد میں ہر جگہ کارفرما نظر آیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس پر عمل کیا، خلفائے راشدین نے اس کی اتباع کی اور وہ ہر جگہ، ہر موقع پر ہمیشہ کامیاب ہوئے، اللہ کا خوف ان کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکا تھا، وہ گھر میں ہوں یا مسجد میں، عام مجلسوں میں ہوں یا میدان جنگ میں تقویٰ کا دامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکتا تھا اور یہی ان کی کامیابی کا اصل راز تھا، یہی وہ بنیاد ہے جو غیبی امداد کا سبب ہے، اسی کے باعث اللہ کی نصرت میدان جنگ میں بھی ساتھ دیتی تھی: ''وما النصر الا من عند اللّٰہ ''... اور مدد تو محض اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ... یعنی مادی وسائل اور تیاری ہی محض سب کچھ نہیں ہے، اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ شکست دے سکتا ہے، بلکہ فتح و نصرت کا اصل راز اللہ تعالیٰ کی رضا پر عمل پیرا ہونا اور اس کا خوف دل میں پیدا کرنا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک موقع پر اپنے جنگی کمانڈر حضرت سعد بن وقاص ؓ کو یہ وصیت نامہ لکھ کر بھیجتے ہیں:

''میں تم کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حکم دیتا ہوں، اس لئے کہ تقویٰ دشمن پر قابو پانے اور جنگ کی سب سے کامیاب تدبیر ہے، میں تم کو اور تمہارے تمام ساتھیوں کو حکم دیتا ہوں کہ تم لوگ دشمن سے زیادہ گناہوں سے بچنے کی فکر کرو، اس لئے کہ لشکر کا گناہ اس کے لئے دشمن کی مصیبت سے زیادہ خوفناک ہے، مسلمانوں کی کامیابی کا اصل سبب یہ ہے کہ ان کے دشمن معصیت میں مبتلا ہیں اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو یقین جانو کہ ہم کو ان سے لڑنے کی طاقت نہ تھی، اس لئے کہ ہماری تعداد ان کی تعداد سے اور ہماری تیاری ان کی تیاری سے بہت فروتر ہے۔ لہٰذا اگر ہم گناہ میں ان کے برابر ہو جائیں تو بلاشبہ وہ طاقت میں ہم سے بڑھ کر ہوں گے، ہم محض اپنے تقویٰ، اطاعت اور معاصی سے اجتناب کی بنا پر ان سے جیت سکتے ہیں، یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارے اس سفر میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ کچھ فرشتے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو وہ اسے دیکھتے ہیں، اس لئے ان سے شرم کرو، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے کے بعد گناہوں سے بہت اجتناب کرو اور یہ بھی نہ کہو کہ ہمارے دشمن ہم سے بدتر ہیں، اس لئے وہ ہم پر مسلط نہیں کئے جاسکتے، خواہ ہم کتنی ہی کوتاہیاں کریں، تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ بہت سی اچھی قوموں پر بُری قومیں مسلط کر دی گئیں، جس طرح بنی اسرائیل پر جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں حصہ لیا تو مجوسی کافر مسلط کر دیئے گئے اور وہ گھروں میں گھس پڑے اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔''

اب دشمن کی زبانی بھی تقویٰ کی کہانی سن لیجئے:

''رومیوں کا بادشاہ ہرقل جب انطاکیہ میں تھا تو رومی سپاہی شکست خوردہ اس کے پاس پہنچے، شکست کا حال سن کر اس کو بڑا تعجب ہوا، اس نے اپنے لشکر کے لوگوں سے پوچھا کہ مجھے اس قوم (مسلمانوں) کے بارے میں بتاؤ، جن سے ہمارا مقابلہ ہوا کیا وہ تمہارے جیسے انسان نہیں تھے؟ سب نے ایک زبان ہو کر اعتراف کیا کہ وہ بے شک ہمارے ہی جیسے انسان تھے، پھر اس نے دریافت کیا کہ ان کی تعداد زیادہ تھی یا تمہاری؟ سب نے اعتراف کیا کہ ہماری تعداد ان کی تعداد سے کئی گنا زیادہ تھی، تو تم کیوں شکست کھا گئے؟ ہرقل نے کہا: اس کا جواب ان کے ایک بزرگ نے اس طرح دیا:

''وہ لوگ (مسلمان) راتوں کو اٹھ کر عبادت کرتے ہیں، دن کو روزے رکھتے ہیں، وعدے کو پورا کرتے ہیں، اچھی بات کا حکم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں، آپس میں عدل و انصاف کا مظاہرہ کرتے ہیں۔''

اور ہم ان کے مقابلے میں بالکل برعکس، شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں، حرام کا ارتکاب کرتے ہیں، بے وفائی کرتے ہیں، غصہ اور ظلم کرتے ہیں، اللہ کو ناراض کرنے والی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور اس کی رضامندی کے کاموں سے روکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

ہرقل نے کہا کہ تم نے بالکل سچ کہا!''

کیا یہ ساری باتیں اس بات کی کھلی ہوئی دلیل نہیں ہیں کہ صرف مادی طاقت آپ کے کچھ کام نہیں آسکتی، مادی اسباب و وسائل اور ظاہری تدابیر کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ معنوی طاقت اور ایمان و یقین، تقویٰ و عزیمت زادِ راہ ہو، اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو دین و دنیا اور جسم و روح کی تفریق کا قائل ہیں، وہ صرف صبر و توکل اور زہد و قناعت کی تعلیم نہیں دیتا اور نہ محض اسباب و وسائل پر اعتماد اور ظاہری قوت پر بھروسہ کر لینے کی تلقین کرتا ہے بلکہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں توازن اور دونوں پہلوؤں کی رعایت ضروری قرار دیتا ہے۔ ☆☆

۷ ستمبر... ایک عظیم تاریخ ساز دن

جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس اور آپ کی ختم نبوت کا جھنڈا بلند ہوا

پہلی قسط

مفتی خالد محمود

۶ ستمبر پاکستان کی تاریخ میں ایک اہم دن کی حیثیت رکھتا ہے، جب رات کی تاریکی میں چوروں کی طرح بزدلی کا بدترین نمونہ پیش کرتے ہوئے بھارتی فوج پاکستان کی سرحدوں پر حملہ آور ہوئی۔ پاکستان کی فوج کے بہادر سپاہیوں نے مردانگی سے ان کا مقابلہ کیا اور بھارتی فوج کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا، اس موقع پر بہت سے جوانمرد فوجیوں نے داد شجاعت دیتے ہوئے بے مثال کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے دشمن کے عزائم خاک میں ملا دیے جس کے اعتراف کے طور پر ان بہادروں کو تمغۂ شجاعت اور نشانِ حیدر عطا کیے گئے۔ جب بھی چھ ستمبر آتا ہے تو دل میں ان بہادروں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور اس دن کو پورے اہتمام سے یوم دفاع کے طور پر منایا جاتا ہے، خصوصاً فوج کے مراکز میں اس دن خصوصی تقریبات منعقد ہوتی ہیں، اخبارات میں خصوصی ایڈیشن شائع ہوتے ہیں، مذاکروں اور مجالس کا اہتمام ہوتا ہے۔

> **۷ ستمبر 1974ء... صرف پاکستان کی تاریخ کا ہی اہم دن نہیں بلکہ عالم اسلام کی تاریخ کا ایک زریں باب ہے**
>
> **☆ اس دن سرکار دو عالم ﷺ کی عزت و ناموس پر ڈاکا ڈالنے والے ذلیل و خوار ہوئے**
>
> **☆ اس دن تاج ختم نبوت چھیننے والے اور آپ ﷺ کی قبائے نبوت کو نوچنے والوں کا منہ کالا ہوا اور ”ورفعنالک ذکرک“ کا ایک بار پھر ظہور ہوا**

اسی طرح پاکستان کی تاریخ میں ۷ ستمبر بھی ایک انتہائی اہمیت کا حامل دن ہے جس دن پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ ہوا اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں پر حملہ آور اور اس کا تشخص مٹانے کے درپے قادیانیوں اور مرزائیوں کو اپنی سازشوں میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور پوری قوم نے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اس ناسور کو جسد ملت سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا تاکہ قوم اور ملت اس کی سڑاند اور تعفن سے محفوظ رہے۔

یہ دن صرف پاکستان کی تاریخ کا ہی اہم دن نہیں بلکہ عالم اسلام کی تاریخ کا ایک زرین باب ہے۔ اس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا جھنڈا بلند ہوا، اس دن آپ کی ختم نبوت کا تحفظ ہوا، اس دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر ڈاکہ ڈالنے والے ذلیل و خوار ہوئے، اور اعلانِ خداوندی ”ورفعنا لک ذکرک“ کا ایک بار پھر ظہور ہوا، اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج ختم نبوت کو چھیننے والے اور آپ کی قبائے نبوت کو نوچنے والوں کا منہ کالا ہوا اور وہ وعدۂ الٰہی ”واللہ یعصمک من الناس“ عملی شکل میں سامنے آیا۔

اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں اور غلاموں کی قربانیاں رنگ لائیں اور غلامانِ محمد سرخرو ہوئے، اس دن عالم اسلام میں پاکستان کا وقار بلند ہوا، اور تمام دنیا پر آشکارا ہوا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور مسلمانوں میں اتنی ہمت و طاقت ہے کہ وہ اسلام کی سربلندی اور آقائے مدنی، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، حرمت، عزت کے لیے ہر قربانی اور جرأت مندانہ اقدام کر سکتے ہیں۔

مگر! افسوس یہ دن آتا ہے اور خاموشی سے گزر جاتا ہے کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اتنا اہم دن تھا جو آ کر چلا گیا، نہ کوئی اہتمام، نہ خصوصی تقریبات، نہ

مذاکرے نہ مجالس کا اہتمام، یہ قوم کی اجتماعی بے حسی کی علامت ہے۔ حالاں کہ اس طرح کے تاریخ ساز اور تابناک واقعات قوموں کی زندگی میں ہمیشہ نہیں کبھی کبھار آتے ہیں اور زندہ قومیں ان روشن لمحات اور زریں واقعات کو یاد رکھتی ہیں اور ان کی یاد کی شمعیں روشن کر کے اپنی زندگیوں کو روشن اور اپنی تاریخ کو منور رکھتی ہیں اور اس کی عطر بیز یادوں سے اپنے لیل ونہار کو معطر بناتی ہیں۔

۷ر ستمبر کی تاریخ ایک مرتبہ پھر آئی ہے۔ دل چاہا کہ اس دن جو فیصلہ ہوا اور اس کے لیے جو جدوجہد ہوئی، جو قربانیاں دی گئیں ان کا مختصر سا تذکرہ کر دیا جائے سو وہ قارئین کی نظر ہے:

’’نشتر میڈیکل کالج ملتان میں طلبا یونین کا الیکشن ہوا۔ مسلمان طلبا کے مقابلہ پر بعض قادیانی بھی الیکشن میں آ گئے۔ اس سے مسلمان طلبا میں قادیانی عقاید وعزائم کو سمجھنے کا موقع میسر آیا۔ ’’آئینہ قادیانیت‘‘ نامی پمفلٹ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ نشر واشاعت نے شائع کر کے وسیع تعداد میں نشتر میڈیکل کالج ملتان میں تقسیم کیا۔ الیکشن جیت کر مسلمان طلبا سیر وسیاحت کے لیے پشاور کے سفر پر جانا چاہتے تھے۔ وہ لاہور کے راستہ کی طرف سے پشاور جانے کے لیے خیبر میل میں بکنگ کرانے کے لیے گئے۔ خیبر میل میں ان کو بوگی میسر نہ آئی تو چناب ایکسپریس سے بکنگ ہوئی۔ چناب ایکسپریس ربوہ سے ہو کر گزرتی ہے۔ ربوہ کے قادیانی ہر آنے جانے والی گاڑی کے مسافروں میں قادیانیت کا ان دنوں لٹریچر تقسیم کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ۲۲رمئی ۷۴ء کو چناب ایکسپریس کے مسافروں میں لٹریچر تقسیم کیا۔ ان میں نشتر کالج کے زیر تعلیم سٹوڈنٹس بھی تھے، وہ بھڑ گئے، اسٹیشن پر تو تکار ہوئی، ٹرین چلی گئی، قادیانی قیادت نے اسے اپنی خود ساختہ اسٹیٹ میں مداخلت بے جا اور اپنی توہین تصور کیا۔ ان طلبا نے ۲۹رمئی ۷۴ء کو واپس آنا تھا۔ قادیانی شاطر قیادت منصوبہ بندی میں لگ گئی کہ ان طلبا سے انتقام لینا ہے۔ ربوہ، لالیاں، نشتر آباد، سرگودھا وغیرہ اسٹیشنوں پر قادیانی عملہ تعینات تھا۔ ان مقامات سے قادیانی جتھے ٹرین پر سوار ہوئے۔ مسلمان طلبا کی بوگی نمبر اور ٹرین کی آمد کے متعلق قادیانی عملہ نے ان کو معلومات مہیا کیں۔ ٹرین ۲۹رمئی ۷۴ء کو ربوہ اسٹیشن پہنچی تو شیطان نے قادیانیت کے روپ میں جارحانہ وسنگدلانہ کھیل کھیلا، قادیانی غنڈوں نے طلبا کے ڈبہ کا دونوں اطراف سے گھیراؤ کر لیا اور طلباء پر آہنی سلاخوں، لوہے کے تاروں، آہنی پنجوں سے حملہ کر دیا، طلبا کو خوب مارا پیٹا، انہیں لہولہان کر دیا، ان کے کپڑے پھاڑ دیئے، جسم زخموں سے چور چور ہو گئے، ان کا سامان لوٹ لیا گیا یہ سب کچھ مرزا طاہر کی سربراہی میں ہوا۔ قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے ٹرین کو روکے رکھا۔ فیصل آباد ریلوے کنٹرول نے پوچھا کہ ٹرین کو اتنی دیر ہو گئی چلی کیوں نہیں تو عملہ نے بتایا کہ فساد ہو گیا ہے، ریلوے کنٹرول کے ذریعہ یہ خبر مقامی انتظامیہ تک پہنچ گئی، اسی دوران ریلوے کنٹرول کے ایک ذمہ دار افسر نے مولانا تاج محمود صاحب کو اس حادثہ کی اطلاع دی، مولانا تاج محمود صاحب ختم نبوت کے راہنما تھے اور ریلوے کی مسجد میں امام تھے، ٹرین کے پہنچنے میں پندرہ بیس منٹ تھے مولانا نے ختم نبوت کے رفقاء، فیصل آباد کے غیور مسلمانوں کو فوراً اسٹیشن پہنچنے کے لیے کہا، اخباری نمائندوں، پنجاب میڈیکل کالج، گورنمنٹ کالج کے طلبا کو اطلاع دی، ریلوے لوکو شیڈ میں کام کرنے والے سارے مولانا کے جمعہ کے مقتدی تھے ان کو پیغام دیا کہ کام چھوڑ کر فوراً اسٹیشن پہنچیں اس طرح تھوڑی دیر میں ایک اچھا خاصا مجمع جمع ہو گیا، نعرہ بازی اور احتجاج شروع ہو گیا، اتنے میں ٹرین پہنچ گئی، زخمی طلباء کو ٹرین سے اتارا گیا، اسی وقت ڈپٹی کمشنر کو فون کر کے بلایا گیا ان کے ہمراہ ایس پی بھی تھے، انہوں نے زخمی طلبا سے ملاقات کی، حالات معلوم کیے، ڈبہ کا معائنہ کیا اس دوران طلبہ کی مرہم پٹی کی جا چکی تھی، افسران نے کہا کہ طلبا کو یہاں روک لیا جائے تاکہ یہاں ان کا علاج کیا جا سکے مگر طلباء نے انکار کر دیا کہ ہم اسی حالت میں ملتان جائیں گے اور نشتر میڈیکل کالج میں علاج کرائیں گے۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ اب گاڑی کو آگے جانے دیں مگر راہنماؤں نے صاف انکار کر دیا کہ جب تک ہمارے مطالبات نہیں مان لیے جاتے اس وقت تک گاڑی آگے نہیں جا سکتی تو فوری طور پر تین مطالبات رکھے گئے:

۱) اس سانحہ کی ہائی کورٹ سے تحقیق کرائی جائے۔

۲) اس سانحہ میں شریک تمام ملزمان بشمول اسٹیشن ماسٹر ربوہ ونشتر آباد کو گرفتار کیا جائے۔

۳) اس سانحے کے تمام ملزمان کو کڑی سزا دی جائے۔

ڈپٹی کمشنر نے چیف سیکریٹری کو فون کیا اور مطالبات ان کے سامنے پیش کیے، وہ ایک ایک منٹ کی خبر لے رہے تھے اور پوری صورتحال سے واقف تھے، انہوں نے فون پر ہی یقین دلایا کہ تینوں مطالبات تسلیم کر لیے گئے۔ مولانا تاج محمود نے ایک دیوار پر کھڑے ہو کر طلبا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:’’

تمہاری اولاد ہو، جگر کے ٹکڑے ہو، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک قادیانیوں سے آپ کے خون کے ایک ایک قطرے کا حساب نہیں لیا جاتا اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔“ اس کے بعد طلباء کو ائیر کنڈیشن ڈبے میں شفٹ کیا گیا، ٹرین روانہ ہوئی مولانا تاج محمود صاحب نے ختم نبوت کے تمام مرکزی راہنماؤں کو واقعہ کی اطلاع دی اور مختلف شہروں میں اپنے رفقاء کو واقعہ سے مطلع کیا، جہاں جہاں ٹرین رکتی گئی احتجاجی مظاہرے ہوتے رہے، اسی دن شام کو الخیام فیصل آباد میں پریس کانفرنس کی گئی جس میں مولانا تاج محمود، مفتی زین العابدین، حکیم عبد الرحیم اشرف، صاحبزادہ افتخار الحسن، مولانا فضل رسول حیدر، مولانا اللہ وسایا اور دیگر علماء موجود تھے، اخباری نمائندوں کے سامنے پوری تفصیل بیان کی گئی اور اگلے روز فیصل آباد شہر میں ہڑتال اور جلسہ کا اعلان کیا گیا:

۳۱ رمئی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد کی جنرل باڈی کا اجلاس مولانا تاج محمود امیر مجلس تحفظ ختم نبوت کی زیر صدارت منعقد ہوا، جس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں پاس کی گئیں:

۱) ربوہ کے ظلم وتشدد پر شدید نفرت کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ اس واقعہ کے سرغنہ اور اصل ظلم وتشدد کے محرک مرزا ناصر کو گرفتار کیا جائے۔

۲) ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

۳) مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

عوام سے اپیل کی گئی ہے کہ مرزائیوں کا سوشل بائیکاٹ کریں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی آفس سے جاری ہونے والے سرکلر میں تمام جماعتوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ پرامن طور پر تحریک جاری رکھیں تاوقتیکہ مطالبات نہ مان لیے جائیں۔

حالات پہلے سے قادیانیوں کے خلاف تحریک کے متقاضی تھے کیوں کہ قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں حد سے بڑھ گئی تھیں اور وہ منہ زور گھوڑے کی طرح بے لگام ہوئی جارہی تھی، اس واقعہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اس طرح ایک عظیم الشان تحریک نے جنم لیا جو ۷ر ستمبر کے تاریخ ساز فیصلہ پر منتج ہوئی۔

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے۔ اور اس وقت آب وہوا کی تبدیلی کے لئے سوات تشریف لے گئے تھے آپ کو اطلاع دی گئی آپ فوراً پنڈی پہنچے، حضرت نے پنڈی پہنچ کر مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا مفتی محمود، مولانا عبید اللہ انور، نواب زادہ نصر اللہ خان، آغا شورش کاشمیری سے فون پر رابطے کیے، حالات معلوم کیے، اور ان حضرات پر مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل پر زور دیا، تمام حضرات نے حضرت بنوری سے درخواست کی کیوں کہ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر ہیں اور یہی جماعت اس مسئلہ میں داعی ہے اس لیے آپ ہی مجلس عمل کا اجلاس بلائیں۔ چنانچہ حضرت بنوری نے تمام علماء اور سرکردہ حضرات سے رابطے شروع کردیے، تحریک کو منظم کرنے، پروان چڑھانے اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے کوششیں شروع ہوگئیں، مجاہدین سربکف میدان میں اتر آئے، اہل اللہ نے اللہ رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہو کر گڑگڑا کر رحمت خداوندی کو مدد کے لیے پکارا اور یوں اہل حق کا پورا قافلہ قادیانیت کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ خود حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں ایک طرف امت مسلمہ کو متحد کرنے اور قوم کے منتشر ٹکڑے جمع کرنے کے لیے رات دن ایک کردیئے وہاں بارگاہ خداوندی میں تضرع، ابتہال، گریہ وزاری کا سلسلہ تیز سے تیز کردیا، اس کے نتیجہ میں ایسی تحریک چلی جس میں پوری قوم یک جان اور متحد تھی۔ پورے برصغیر کی تاریخ میں ایسی کامیاب اور عظیم النظیر تحریک کی مثال نہیں ملتی۔ بلاشبہ 29 رمئی سے 7 رستمبر تک، سو دن برصغیر کی مذہبی تاریخ میں سو سال کے برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

3 رجون 1974ء کو حضرت بنوری نے علماء کرام اور مختلف جماعتوں کا ایک نمائندہ اجتماع راولپنڈی میں طلب کیا، یہ اجلاس اول تو بہت عجلت میں بلایا گیا تھا وقت تھوڑا تھا دیگر حضرات بہت کم تعداد میں پہنچ سکے اور ادھر حکومت نے اسے ناکام بنانے کے لیے ختم نبوت کے تین مندوبین مفتی زین العابدین، حکیم عبد الرحیم اشرف اور مولانا تاج محمود کو لالہ موسیٰ اسٹیشن پر اتار کر گرفتار کرلیا، لہٰذا اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ 9 رجون کو لاہور میں مجلس عمل کا اجلاس بلایا جائے اس اجلاس کے لیے محنت اور بھاگ دوڑ شروع کردی گئی۔

9 رجون کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر سیاسی و دینی جماعتوں کا اجلاس جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں منعقد ہوا جس میں بیس جماعتوں کے نمائندے شریک ہوئے۔ حضرت بنوری نے اپنی افتتاحی تقریر میں اس اجتماع کے اغراض ومقاصد اور تحریک کے لائحہ عمل پر روشنی ڈالی۔

اس کے بعد مفتی محمود، نواب زادہ نصر اللہ خان، مولانا عبد الستار نیازی اور دیگر نمائندوں کی تقریریں ہوئیں اور تحریک کو منظم رکھنے اور اسے پروان چڑھانے کے لیے ”مجلس عمل“ تشکیل دی گئی۔ اس اجلاس میں درج ذیل فیصلے ہوئے:

۱:... مولانا محمد یوسف بنوری کو آل پارٹیز مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا کنوینر بنایا گیا۔

۲:... ۱۴ رجون کو فیصل آباد میں اجلاس بلایا گیا جس میں مجلس عمل کا مستقل انتخاب ہوگا۔

۳:...۱۶؍جون کو ملک بھر میں ہڑتال کا اعلان کیا گیا۔

حضرت علامہ بنوری اور مولانا عبدالستار نیازی نے پریس کانفرنس میں کنونشن کے درج ذیل فیصلوں کا اعلان کیا:

۱:...صدر اور وزیر اعظم کے حلف کو پیش نظر رکھتے ہوئے قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲:...قادیانیوں کو کلیدی اسامیوں سے فوراً ہٹایا جائے۔

۳:...ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

۴:...امیر جماعت احمدیہ مرزا ناصر احمد اور خدام احمدیہ کے ذمہ دار افراد کو گرفتار کیا جائے۔

صدر اور وزیر اعظم کے حلف کو پیش نظر رکھتے ہوئے قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ قادیانیوں کو کلیدی اسامیوں سے فوراً ہٹایا جائے۔

ختم نبوت کے اکابرین نے اجلاس سے فارغ ہو کر عام کارکنوں کو درج ذیل ہدایات دیں:

☆...ہمارا دشمن صرف قادیانی ہے اس کا خیال رکھیں، حکومت سے تصادم نہ ہونے پائے۔

☆...قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔

☆...۱۴؍جون کی ہڑتال کو کامیاب بنایا جائے۔

غرضیکہ پورے ملک میں یہ مطالبہ زور پکڑتا گیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس وقت کے وزیر اعظم نے حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے مجلس عمل کے راہنماؤں سے فرداً فرداً ملاقات کا سلسلہ شروع کیا جن میں آغا شورش کاشمیری، مولانا عبیداللہ انور، نواب زادہ نصراللہ خان، میاں طفیل محمد، مولانا مظفر علی شمسی، مولانا ظفر احمد انصاری، مفتی زین العابدین، حکیم عبدالرحیم اشرف اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ شامل ہیں۔

۱۳؍جون کو وزیر اعظم بھٹو نے ایک طویل تقریر کی جو ریڈیو پر نشر ہوئی اس میں ختم نبوت پر اپنے ایمان کا اظہار فرمایا کہ میں مسلمان ہوں اور میرا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں، ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ مسئلہ نوے سال پرانا ہے اتنی جلدی کیسے حل ہوسکتا ہے۔ لیکن سانحہ ربوہ پر کوئی ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

۱۴؍جون کو مجلس عمل کی دعوت پر کراچی سے درہ خیبر اور لاہور سے کوئٹہ تک پورے پاکستان میں ایسی بھرپور اور مکمل ہڑتال ہوئی کہ پاکستان کی تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

۱۶؍جون کو فیصل آباد میں پہلے سے مجلس عمل کا اجلاس بلایا ہوا تھا۔ اس اجلاس میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو مجلس عمل کا باقاعدہ صدر منتخب کیا گیا، مولانا سید محمود احمد رضوی کو ناظم اعلیٰ، مولانا عبدالستار خان نیازی، سید مظفر علی شمسی، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک، مولانا عبدالواحد، نوابزادہ نصر اللہ خان نائب صدر، مولانا محمد شریف جالندھری، میاں فضل حق نائب ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اس اجلاس میں بھٹو صاحب کی تقریر کو ناقابل قبول قرار دیتے ہوئے مسترد کردیا گیا۔

حکومت نے سانحہ ربوہ کی تحقیقات کے لیے مسٹر جسٹس کے. ایم صمدانی کی سربراہی میں ۳۱ مئی کو صمدانی ٹریبونل قائم کیا جس کے سامنے گواہیاں پیش ہوئیں، بیانات قلمبند ہوئے، اس تحقیقاتی کمیشن نے ۱۳؍اگست کو اپنی تحقیقات مکمل کرلیں۔ اور ۲۰؍اگست کو سانحہ ربوہ سے متعلق اپنی رپورٹ پنجاب کے وزیر اعلیٰ کو پیش کیں۔ وزیر اعلیٰ نے اپنی سفارشات کے ساتھ ۲۲؍اگست کو یہ رپورٹ وزیر اعظم کو پیش کی۔

بھٹو صاحب نے ۱۳؍جون کی تقریر میں اس تحقیقاتی کمیشن کا بھی حوالہ دیا کہ جب تک تحقیقات مکمل نہیں ہوجاتیں اس وقت تک احتجاج ملتوی ہونا چاہیے۔ مجلس عمل کا کہنا تھا کہ تحقیقاتی کمیشن صرف سانحہ ربوہ کی تحقیق کرے باقی یہ کہ مرزائی غیر مسلم ہیں ان کو اقلیت قرار دیا جائے یہ مسئلہ ٹریبونل کے سامنے پیش ہی نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ مسئلہ تو اسمبلی میں بل پیش کرکے ترمیمی آرڈیننس کے ذریعہ حل کیا جائے۔ ۲۰؍جون کو سرحد (موجودہ خیبر پختونخواہ) اسمبلی نے متفقہ طور پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سفارشی قرارداد منظور کی۔

جون کے آخر میں بنگلہ دیش کے دورے پر جاتے ہوئے وزیر اعظم بھٹو صاحب نے اعلان کیا کہ قادیانی مسئلہ کا فیصلہ کرنے کے لیے قومی اسمبلی کو ایک تحقیقاتی کمیٹی کی شکل دے دی جائے گی۔

۳۰؍جون کو حزب اختلاف کی طرف سے قومی اسمبلی میں ایک قرارداد پیش ہوئی یہ قرارداد مولانا شاہ احمد نورانی نے پیش کی جس پر ابتداء میں ۲۲؍ارکان اسمبلی نے دستخط کیے بعد میں مزید ۱۵؍افراد نے اس پر دستخط کیے۔

اس کے ساتھ ہی وزیر قانون مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ نے ایک تحریک پیش کی۔

وعدے کے مطابق بنگلہ دیش سے واپسی پر یکم جولائی کو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا گیا جس میں پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دینے کا فیصلہ کیا گیا اور اس کے سامنے غور کرنے کے لیے یہ دو قرار دادیں پیش کی گئیں۔ اس اجلاس میں یہ بھی طے ہوا کہ اس خصوصی کمیٹی کے لیے چالیس ارکان کا کورم ہوگا تیس ارکان حزب اقتدار کے اور دس ارکان حزب اختلاف کے۔ اس کے ساتھ ہی دو ہفتے کے لیے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کردیا گیا اور خصوصی کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا۔ (جاری ہے)

تبلیغی جماعت اور اکابرینِ ملت

مولانا سید محمد زین العابدین

عالمی تبلیغی جماعت پاکستان کے نائب امیر مرکز یہ حضرت مولانا محمد احسان الحق دامت برکاتہم اکثر بیانات میں حضرت جی ثانی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کا ایک ملفوظ نقل فرمایا کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کا کام عند اللہ مقبول ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ علماء کرام زیادہ سے زیادہ اس کام کی طرف مائل ہوتے رہیں گے۔

چنانچہ اکابرین ملت اور زعماء ملت کا تبلیغی اجتماعات میں شریک ہونا، اکابرین تبلیغ سے ملنا اور رائے ونڈ مرکز آنے کا جس تیزی سے رجحان بڑھا ہے وہ اس بات کا بین اور واضح ثبوت ہے۔

۲۰۱۱ء کے کراچی اور رائے ونڈ کے عالمی اجتماع میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زرولی خان مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب وغیرہم حضرات وقتاً فوقتاً تشریف لاتے رہے اور اکابرین تبلیغ بالخصوص امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی مدظلہما اور حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب و حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب سے ملاقاتیں فرماتے رہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم سے امیر پاکستان حضرت الحاج محمد عبدالوہاب مدظلہ کے خصوصی رابطے رہتے ہیں جبکہ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم بھی حضرت حاجی صاحب مدظلہ کی خدمت میں تشریف لاتے رہتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب بھی اس ضعف اور پیرانہ سالی سے پہلے خود بنفس نفیس ان حضرات علماء کرام کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔

یہ سارا کچھ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تبلیغ، جہاد، تحفظ ختم نبوت، تحفظ ناموس صحابہؓ، خانقاہ، مدارس، رد فرق باطلہ یہ تمام دین کے کام اور شعبے ہیں، ہمارے تمام اکابرین کا دین کے تمام شعبوں سے مربوط تعلق ہے اور یہ صرف ابھی کی بات نہیں بلکہ شروع سے ہمارے اکابرین کا یہ طرہ امتیاز رہا ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ باوجود محدث اور مفسر ہونے کے اور تحریک ختم نبوت کی قیادت کرنے کے ان حضرات کے بیانات کراچی مرکز کی مسجد میں ہوا کرتے تھے۔ رائے ونڈ اجتماع میں ہوا کرتے تھے، قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ باوجود معروف سیاستدان ہونے کے اجتماعات میں تشریف لایا کرتے تھے، اسی طرح سے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، حضرت مفتی ڈاکٹر نظام الدین شامزئیؒ، حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ اور حضرت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ رائے ونڈ کے اجتماعات میں تشریف لایا کرتے تھے۔

اپنے انہی اکابرین کی یاد کو تازہ کرتے ہوئے ان اکابرین کے جانشین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ ۸؍شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۹؍جون ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر عالمی تبلیغی مرکز رائے ونڈ تشریف لائے۔ راقم الحروف بھی اس موقع پر وہیں تھا۔ چنانچہ نماز عشاء کے بعد تک یعنی تقریباً دس بجے تک حضرت کی خدمت میں حاضری رہی۔ سب سے پہلے حضرت مدظلہ علماء کرام کے بیان میں تشریف لے گئے جو کہ روز نماز عصر کے بعد ہوا کرتا ہے اور اس دن حضرت مولانا محمد احسان الحق دامت برکاتہم بیان فرما رہے تھے بیان کے بعد ان سے ملاقات ہوئی، حضرت نے انتہائی شفقت کا معاملہ فرمایا بعد ازاں حضرت مولانا محمد جمشید علی خان صاحب دامت برکاتہم کے بیٹے مولانا صاحبزادہ عبیداللہ خورشید صاحب سے ملاقات ہوئی پھر نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔

مغرب کی نماز مرکز میں پڑھنے کے بعد عالمی تبلیغی جماعت پاکستان کے امیر مرکزیہ حضرت الحاج محمد عبدالوہاب دامت برکاتہم کے کمرے میں ان کے پاس حاضری ہوئی۔ حضرت حاجی صاحب سے مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب کا تعارف کرایا گیا کہ یہ ختم

نبوت کراچی کے امیر اور حضرت لدھیانویؒ اور حضرت جالندھریؒ کی جگہ ذمہ داری نبھارہے ہیں،یہ بات سنتا تھی کہ حضرت حاجی صاحب نے ۱۹۴۰ء سے لے کر ۲۰۱۲ء تک مجلس احرار اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علمائے اسلام اور عالمی تبلیغی جماعت سے متعلق پرانی یادوں کو تازہ کیا۔

امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خطیب پاکستان، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، خطیب اسلام حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ، قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ، مجاہد تحریک آزادی مرزا غلام نبی جانبازؒ، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ، حضرت مولانا تاج محمودؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے ایسے ایسے واقعات سنائے اور بتایا کہ ان ان مواقع میں خود موجود تھا، حضرت شاہ جیؒ کے تو گویا عاشق ہیں کہ ان کے فلاں جلسے میں تھا، فلاں موقع میں ان کے ساتھ تھا ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں شریک تھا، فلاں موقع پر انہوں نے یہ فرمایا، فلاں پر انہوں نے یہ فرمایا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت حاجی صاحب کے دماغ کی اسکرین پر تمام واقعات نقش ہیں۔

غرض حضرت حاجی صاحب کی گفتگو سے مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

حضرت حاجی صاحب نے جن واقعات کا بطور خاص ذکر کیا ان میں سے چند ایک عرض کرتا ہوں:

☆ حضرت شاہ جیؒ کا ایک واقعہ سنایا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا: بیعت نہیں کرتا، شاہ جیؒ نے خانقاہ میں دھرنا دے دیا اور صبح سے مغرب تک بیٹھے رہے، مغرب کے بعد حضرت رائے پوریؒ نے بلایا اور توبہ کرائی اور ساتھ ہی خلافت بھی دے دیا اور فرمایا: ”اب لوگوں کو توبہ کرایا کرو“

☆......فرمایا کہ ختم نبوت کے ایک جلسے میں حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے تقریر فرمائی، وہ تقریر اتنی جاندار اور جامع تھی کہ اس کے بعد کسی تقریر کی ضرورت نہ تھی لیکن اس کے بعد شاہ جیؒ کی تقریر طے تھی، مگر شاہ جیؒ نے تقریر نہ فرمائی اور فرمایا کہ اس تقریر کا تاثر قائم رہنا چاہئے۔

حضرت حاجی صاحب نے مولانا محمد اعجاز صاحب سے پوچھا کہ شاہ جیؒ کی سوانح کس کس نے لکھی ہے؟ حضرت مولانا نے بتایا: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری اور مولانا عبدالقیوم حقانی نے، پھر پوچھا کہ آپ کا دفتر پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ پر ہے؟ مولانا نے عرض کیا کہ جی ہاں! پھر پوچھا کہ وہاں سے رسالہ نکلتا ہے؟ تو مولانا نے بتایا کہ دفتر ختم نبوت کراچی سے ہفت روزہ ختم نبوت اور ملتان سے ماہنامہ لولاک نکلتا ہے، حاجی صاحب نے فرمایا: لولاک تو فیصل آباد سے نکلتا تھا؟ مولانا نے بتایا کہ اب ملتان سے نکلتا ہے۔

پھر حاجی صاحب نے فرمایا کہ لندن میں جو ختم نبوت کا دفتر ہے میں وہاں گیا تھا، اس دفعہ کی برطانیہ کی ختم نبوت کانفرنس ہوگئی؟ مولانا نے عرض کیا کہ ۲۴رجون کو ہو چکی ہے۔ حاجی صاحب نے فرمایا: اس کی کچھ کارگزاری سناؤ؟ مولانا نے جواب دیا کہ حضرت! میں خود نہیں گیا تھا بلکہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم امیر مرکزیہ، حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت مولانا مفتی خالد محمود اور دوسرے حضرات تشریف لے گئے تھے، میری مولانا اللہ وسایا صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی، اس لئے مجھے علم نہیں ہے تو حاجی صاحب نے شفقت سے مولانا کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا، ختم نبوت کی کانفرنس اور رسائل کے بارے میں پوچھنے سے اندازہ ہوا کہ حاجی صاحب کو بھی ختم نبوت کے کام کی فکر لگی رہتی ہے اور پروگراموں اور کانفرنسوں کی کارگزاری معلوم فرمایا کرتے ہیں۔

بہر حال حاجی صاحب نے کئی ایک واقعات سنائے اور یہ ملاقات دو گھنٹے کے طویل وقت پر محیط رہی، حاجی صاحب کسی کو اتنا زیادہ وقت نہیں دیتے لیکن حضرت مولانا کے ساتھ شفقت فرمائی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان اکابرین کا سایہ تادیر ہم پر قائم رکھے اور جو اس دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں ان کے درجات بلند فرمائے، دین کے تمام شعبوں کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔ ☆☆☆

اسلام دنیا میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب

۱۹۷۳ء کی مردم شماری میں بتایا گیا تھا کہ پوری دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ۵۰۰ سو ملین ہے اور اب یہ تعداد ۱.۵ ارب تک پہنچ گئی ہے، جس سے اندازہ ہوا کہ ہر چار آدمی میں ایک مسلمان ہے اور اس کا اندازہ ہے کہ اسلام اسی تیزی کے ساتھ آگے بڑھتا رہے، یہاں تک کہ وہ اپنے پیروکاروں کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن جائے۔ (پندرہ روزہ ”تعمیر حیات“ لکھنؤ، انڈیا)

اسلامی اذکار و دعائیں!

احکام و فضائل

مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی مدظلہ

روحانی زندگی کی بقاو اصلاح:

انسان کی روحانی زندگی کی بقاء واصلاح کے لئے دو چیزوں کی اصلاح نہایت ضروری ہے:۱:...... صحت عقیدہ۔۲:...... صحت عمل۔

انسان ان دونوں چیزوں کی اصلاح میں درماندہ وعاجز ہے، کیونکہ بُرے کاموں سے بچنا اور نیک کام کرنا اللہ تعالیٰ کی نصرت وہدایت کے بغیر نہیں ہوسکتا، اس لئے شریعت نے تعوّذ اور بسم اللہ کی تعلیم دی ہے اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رکھنے کے لئے ادعیہ واذکار کا ایک مستقل نظام قائم کیا، جو روحانی ترقی کا نہایت مؤثر اور اہم ذریعہ ہے، جس کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا گیا ہے۔ اسلامی عبادات کا مرکز ومحور ''ذکر اللہ'' ہے، اسلام کے ارکان خمسہ میں سے اہم رکن نماز ہے، قرآن نے اس کی غرض وغایت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

''وَأَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔'' (طٰہٰ:۱۴)

یعنی ''میری یاد کیلئے نماز پڑھا کرو۔''

اقامت صلوٰۃ کا مقصد یادالٰہی کو دل میں تازہ رکھنا ہے۔ اسی طرح اسلام کا اہم رکن حج ہے، اُس کا آغاز ہی تکبیر وتہلیل اور تسبیح وتحمید سے ہوتا ہے۔ طواف وعمرہ اذکار وادعیہ پر مشتمل ہے۔ حج کا اہم رکن قیام عرفات ہے، اس میں سارا زور اذکار وادعیہ پر دیا گیا ہے، اس کے لئے میدان عرفات میں نماز میں تقدم وتاخر کیا گیا ہے، جس سے اسلام میں اس کی اہمیت ظاہر و باہر ہے۔

قرآن کریم نے انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں کے الفاظ کو نقل کیا، اُن کے دعا مانگنے کے اسلوب اور طور طریقہ کو بیان کیا، دعا کے آداب کی طرف رہنمائی کی، نیز اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ دعا بنی نوع انسان کا ایک فطری عمل ہے جو آڑے وقت اور مشکلات میں پوری طرح جلوہ گر ہوتا ہے۔ شریعت چاہتی ہے کہ یہ فطری عمل عیش وطیش، رنج وراحت، سودوزیاں، خوشی و ناخوشی، نرمی و گرمی، تنگدستی وخوشحالی، عزت وذلت ہرحال میں جاری رہنا چاہئے۔

دعا اپنے خالق ومالک سے براہ راست تعلق وقرب کا نہایت کامیاب اور سب سے زیادہ زوداثر اور نہایت مجرب عمل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں دعا مانگنے کا حکم دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات جو مسلمانوں کے لئے نمونۂ عمل ہے اور اس حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ ''دعا'' آپ ﷺ کی زندگی کا نہایت روشن باب ہے، آپ ﷺ کی ادعیۂ ماثورہ اصحاب فکر ونظر وارباب صدق وصفا کا نظری وعملی دونوں اعتبار سے نہایت پسندیدہ موضوع رہی ہیں۔

مفسّرین، محدثین، فقہاء ومتکلمین، صوفیہ وادباء، ائمہ لغت، مؤرخین اور سیرت نگاروں نے اس موضوع سے اعتناء کیا۔ چنانچہ کسی نے رسالت مآب ﷺ کی دعاؤں کو اپنی سندوں سے جمع کیا، کسی نے ان کے مطالب ومعانی کی وضاحت کی اور موقع ومحل کو بیان کیا، کسی نے توبہ واستغفار پر کلامی نقطۂ نظر سے بحث کی، کسی نے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کی، کسی نے ان کی نحوی ترکیب سے اعتناء کیا، کسی نے اس امر پر روشنی ڈالی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کیا کیا دعائیں مانگیں، حج میں کس موقع پر کن الفاظ میں اللہ کے حضور التجا کی، نماز جنازہ وتشہد وتہجد میں کیا کیا دعائیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ جنگ وغزوات میں کس موقع پر کن الفاظ میں اپنے رب کو یاد کیا، خوشی کے موقع پر اپنے رب کو کن الفاظ میں پکارا اور مصیبت میں کن الفاظ سے التجاء کی۔ صوفیہ نے اپنے تجربات والہامات سے ان دعاؤں کو احزاب واوراد میں تقسیم کیا، جو احزاب واوراد کے نام سے معروف ومشہور ہیں۔ بعض نے ان کے خواص واثرات کو موضوع بحث بنایا، اور اس موضوع پر کتابیں تالیف کیں۔ کسی نے دعا کی حقیقت کو بتایا اور اس کی قبولیت کی شرائط پر روشنی ڈالی۔ اس طرح دعا کے گوناگوں پہلو زیر بحث آتے رہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں ادعیہ واذکار کے نظام کو نہایت بلند مقام حاصل ہے۔ کتب حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن الفاظ سے دعائیں اور اذکار حدیث کی کتابوں میں منقول ہیں، وہ سب الہامی اور توقیفی ہیں۔ ان الفاظ سے مانگنا اجر وثواب کا موجب اور بارگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ محبوب ومقبول ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ نے ''تدریب الراوی'' میں تصریح

کی ہے کہ دعائیں توقیفی (الہامی) ہیں:

"الـــفـــاظ الأذكـــار توقيفية" (ص:۴۰۶)۔ ترجمہ: "اذکار اور دعاؤں کے الفاظ الہامی ہیں (یعنی اُنہی الفاظ میں اُنہیں پڑھنا چاہئے)۔"

ذکر ودعا پر اطمینانِ قلب کا الٰہی وعدہ:

اس دور میں جہاں ہر طرف سامانِ عیش وطرب کی فراوانی ہے، خوش دلی وخوش حالی کا سامان بکثرت موجود اور آسانی دستیاب ہے، زندگی کے ہر میدان میں ترقی کی راہیں کشادہ ہیں، پھر بھی دنیا میں ہر جگہ معاشرہ گھٹن کا شکار ہے، اور اطمینانِ قلب کی دولت کا کہیں سراغ نہیں، اس کے حصول کے لئے اجتماعی اور انفرادی جو بھی کوشش ممکن ہے برابر جاری ہے، لیکن تمام کوششیں رائیگاں جاتی ہیں۔

اس کی بنیادی وجہ اسلام کے نظامِ اذکار وادعیہ سے بے رغبتی، غفلت ودوری ہے۔ دنیا میں غفلت و دوری کا یہ پردہ ہی وہ پردہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور یادِ الٰہی سے دور رکھتا ہے، دینِ حق قبول کرنے، دعوتِ حق کو سننے سے مانع ہے، اور آخرت میں انسان کو جہنم کا ایندھن بناتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

"اَلَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا۔" (الکہف:۱۰۱)

ترجمہ: "جن کی آنکھوں پر (دنیا میں) میرے ذکر کی طرف سے پردہ پڑا ہوا تھا، اور جو سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔"

معلوم ہوا کہ اللہ کی یاد ہی وہ بنیاد ہے جس سے بندے کا رشتہ اللہ سے جڑتا اور قائم رہتا ہے، قرآن کہتا ہے:

"اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" (سورۃ الرعد:۲۸)

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں، اور جن کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، یاد رکھو کہ صرف اللہ کا ذکر ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔"

ذکر کے بھی درجات ہیں، جس درجہ کا ذکر ہوتا ہے، اُسی درجہ کا اطمینان ہوتا ہے، ذکر کی خاصیت ہی اطمینانِ قلبی ہے۔ جو ذکر اللہ سے جُڑتا اور استوار ہوتا ہے، اُس کا ہر لمحہ عبادت میں گزرتا اور وہ ہر حال میں خوش رہتا ہے۔ یہ اسلام کا ایسا نظریۂ حیات ہے، جس کی مثال عالم کے مذاہب میں ملنی مشکل ہے۔ اس نظام کی یہی سب سے بڑی خوبی ہے کہ بندہ کی زبان ہمہ وقت ذکر اللہ سے تر رہتی، دل اللہ کی یاد سے آباد اور قناعت وغنا کی دولت سے ہمیشہ سرشار رہتا ہے۔ سخت سے سخت گھڑی اور کٹھن سے کٹھن منزل پر جزع و فزع، گھبراہٹ اور بے چینی نہیں ہوتی، اس کا سکون و اطمینان برقرار رہتا ہے، اس لئے کہ اس کا دل اور زبان یادِ الٰہی سے معمور ہے۔ اذکار وادعیہ کا اسلامی نظام اس نوع کی زندگی بناتا اور سنوارتا ہے کہ ہر لمحہ اور ہر آن عبادت میں گزرتا اور وہ اطمینانِ قلب کی لذت سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔

عالمِ اسباب میں دُعا:

یہاں یہ نکتہ بھی ملحوظِ خاطر رہنا چاہئے کہ یہ دنیا عالمِ اسباب ہے، یہاں ہر کام کسی وجہ سے ہوتا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر کام سلسلۂ اسباب کی ایک کڑی ہے، ہر ایک واقعہ کا کوئی نہ کوئی سبب ہے، اس کا انکار گویا قانونِ فطرت کا انکار ہے۔ البتہ اسباب کی پابندی سے کامیابی کا یقین نہیں ہوتا۔ اسباب بذاتہا اگر مؤثر ہوتے تو مطلوبہ نتیجہ ضرور حاصل ہوتا، ایسے ہی موقع پر انسان اپنے آپ کو عاجز پاکر مسبب الاسباب کی طرف لوٹتا اور اُسے پکارتا ہے، اور وہ اس کی مراد کو پورا کرتا ہے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ کائنات کا سارا نظام اللہ کے علم وارادہ اور قدرت وحکمت کے ماتحت چل رہا ہے۔

دُعا ایک تدبیر وسبب ہے، اور سنت اللہ اس طرح جاری ہے کہ اسباب کے بغیر مطلوب حاصل نہیں ہوتا، گو اس کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں کہ کبھی وہ سبب کے بغیر بھی مراد بر لاتا ہے، مگر ایسا بھی اس کی حکمت ومصلحت سے ہوتا ہے۔ سلسلۂ سبب ومسبب کا نام حکمت ہے۔

اُمتِ مسلمہ کا مذہب یہ ہے کہ "دُعا" "توکل" اور "عمل صالح" دنیا وآخرت کے مقاصد کے حاصل کرنے میں ایک سبب کی حیثیت رکھتے ہیں اور معاصی سے بچنے کا ذریعہ ہیں۔ جو حکم کسی سبب سے وابستہ ہوتا ہے، اس کے پورا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی شرائط کو پورا کیا جائے، اور موانع اور رکاوٹوں کو دور کیا جائے، پھر مسبب پایا جائے گا، ورنہ نہیں۔

نظامِ عبادت میں اذکار اور دعائیں:

اسلام میں ادعیہ واذکار کا نظامِ عبادت دوسری اسلامی عبادات کی طرح مخصوص شرائط، اوقات ومقامات کے ساتھ وابستہ اور خاص نہیں ہے، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ میں وقت، مقام، ہیئت اور شرائط ضروری قرار دی گئی ہیں، اس طرح کی شرائط اذکار اور دعاؤں کے نظام میں لازمی اور ضروری نہیں۔ ابن ابی حاتمؒ، ابن المنذرؒ اور ابن جریرؒ نے بواسطہ علی بن ابی طلحہ الہاشمیؒ المتوفی ۱۴۳ھ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی عبادت فرض نہیں کی، مگر اس کے لئے حد

مقرر و متعین کی ہے (یہ مقررہ حد وقت، مقام، ہیئت وشرائط سے عبارت ہے)، پھر حالتِ عذر میں انہیں مہلت دی ہے، سوائے ذکر و دعا کے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر و دعا کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی جس پر وہ ختم ہوتی ہو، اور اُسے چھوڑ دینے میں کسی کو معذور قرار نہیں دیا، مگر اس کو جو اپنی عقل وفہم ہی کھو بیٹھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: ''اُذْکُرُوْا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ'' کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرو۔ رات میں، دن میں، خشکی میں، سمندر میں، سفر میں، وطن میں، تنگدستی میں، تونگری میں، تندرستی میں، بیماری میں، چھپے اور کھلے، ہر حال میں اللہ کا ذکر کرو، اس سے دُعا مانگو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں دو قسم کی عبادات ہیں، ایک وہ عبادات ہیں جو خاص وقت، خاص مقام، خاص ہیئت اور خاص شرائط کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔ دوسری وہ عبادات ہیں، جن میں اس نوع کی کوئی شرط وقید نہیں، یہ اذکار اور دعائیں وہ ہیں جن کا نفع عام و تام ہے۔

دُعا کے معنی:

دُعا کے معنی لغت میں بلانا، پکارنا، یاد کرنا ہیں، لیکن عرف اور شریعت میں اس سے خاص معنی مراد ہیں، علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی ثم زبیدیؒ ''تاج العروس'' میں رقمطراز ہیں:

''الدعاء : الرغبة إلی اللہ فیما عندہ من الخیر، والابتھال إلیہ بالسؤال، ومنہ قولہ تعالیٰ: ''اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً. اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔'' (الاعراف:۷)

ترجمہ:-'' دُعا کے معنی: اللہ تعالیٰ کے یہاں جو کچھ خیر اور بھلائی ہے اس کی خواہش و رغبت کرنا اور اس کے سامنے عاجزی و نیازمندی سے سوال کرنا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اپنے پروردگار سے دُعا کرو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے، بیشک وہ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

دُعا میں مُراد کا حاصل ہونا بھی مطلوب ومقصود ہوتا ہے، اس لئے اس کے جواب میں اجابت کا لفظ آتا ہے کہ جس مقصد کے لئے درخواست کی گئی تھی وہ قبول ہوگئی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔'' (المؤمن:۶۰)

ترجمہ:'' اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔''

حقیقتِ دُعا:

امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر، ج::۲، ص:۹۲۱ میں لکھتے ہیں:

''حقیقة الدعاء استدعاء العبد ربہ جلّ جلالہ العنایة و استمدادہ إیاہ المعونة۔''

ترجمہ:'' دُعا کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے مدد اور رحمت وعنایت کا طلبگار رہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ دعا کے مفہوم میں بہت وسعت ہے، اپنے دینی و دنیوی مطالب، زبان سے، دل سے، یا حال سے پیش کرنا، تسبیح وتہلیل کرنا، یادِ الٰہی میں لگے رہنا بھی دعا کے مفہوم میں داخل ہے۔ اصل عبادت یہ ہے کہ بندہ کی ہر ادا سے یہ ظاہر ہوتا رہے کہ یہ بندہ ہے اور وہ رب ہے، یہ مخلوق ہے اور وہ خالق ہے، یہ محتاج ہے وہ غنی ہے، یہ عاجز ہے وہ قادر ہے، جو اس امر سے گریز کرتا ہے، وہ دُعا کو مؤثر نہیں سمجھتا اور نہ وہ اپنے آپ کو ''عبد'' اور ''رب الارباب'' کو ''رب'' مانتا ہے، اس کی سزا جہنم ہے۔ قرآن کہتا ہے:

''وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دٰخِرِیْنَ۔'' (المؤمن:۵۹)

ترجمہ:-'' اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ: مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، بے شک جو لوگ تکبر کی بناء پر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، وہ ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

حدیث میں آتا ہے: ''الدعاء ھو العبادة.'' (ق،ع) یعنی ''دعا اصل عبادت ہے۔'' اور دوسری حدیث میں آیا ہے: ''الدعاء مخ العبادة.'' ''دُعا مغزِ عبادت ہے۔

اہل سنت (اشاعرہ وماتریدیہ) کا دعا کے متعلق عقیدہ:

دُعا کی اہمیت وافادیت کو اور اس حقیقت کو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت وارادہ میں آزاد ہے، تسلیم کرتے اور اس امر کے قائل ہیں کہ دُعا کو قبول کرنا اور اس کا رد کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ان کے یہاں نمازِ جنازہ کی حیثیت ایک دُعا کی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی التجاء کی جاتی ہے اور مغفرت اُس کی رضا پر موقوف ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ دُعا کی اہمیت وافادیت کو مانتے ہیں۔ انہی وجوہ سے وہ کسی جائز سبب کی وجہ سے بددُعا کی ضرر رسانی سے انکار نہیں کرتے، وہ اس امر کے قائل ہیں کہ مظلوم کی بددُعا قبول ہوتی ہے، خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

انفرادی واجتماعی دعا کی اقسام:

دعائیں بھی دو قسم کی ہیں :۱:......انفرادی، ۲:......اجتماعی۔

انفرادی:

وہ دعائیں ہیں جن میں واحد متکلم کے صیغے اور ضمیریں استعمال کی گئی ہیں۔ ان کا تعلق فرد واحد کی اپنی اصلاح وفلاح، کامیابی وکامرانی، حاجت روائی و کاربرآری ومغفرت ومعافی سے ہے۔

اجتماعی:

وہ دعائیں ہیں جن میں جمع متکلم کے صیغے اور ضمیریں آتی ہیں، ان دعاؤں میں اجتماعی شان مضمر ہے، پوری امت اس میں شریک ہوتی ہے، اسلامی معاشرہ کے تمام افراد اس میں داخل ہیں۔

حیثیت کے اعتبار سے دعا کی چار قسمیں:

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے دعا کی چار قسمیں بیان کی ہیں، موصوف فرماتے ہیں:

"دعا کی چار قسمیں ہیں: اول: دعائے فرض، مثلاً نبی کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کے لئے ہلاکت کی دعا کرے، بس اسے یہ دعا کرنا فرض ہے۔ دوم: دعائے واجب، جیسے دعائے قنوت۔ سوم: دعائے سنت، جیسے بعد تشہد اور ادعیہ ماثورہ۔ چہارم: دعائے عبادت، جیسا کہ عارفین کرتے ہیں اور اس سے محض عبادت مقصود ہے، کیونکہ دعا میں تذلّل (عجز وانکساری کا اظہار) ہے اور تذلّل حق تعالیٰ کو محبوب ہے۔

نظام اذکار وادعیہ کی غایت:

نظام اذکار وادعیہ کی غایت یہ ہے کہ "اللہ کا ذکر" اللہ کی یاد اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے دل ودماغ میں ایسی رچ بس جائے کہ اس کی کوئی حرکت اللہ کی یاد سے خالی نہ ہو۔ وہ کام کرے گا "بسم اللہ" پڑھ کر کرے گا، ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرے گا، ہر کوتاہی اور قصور پر اس کے آگے معافی مانگے گا، حاجت کے وقت اس کے حضور میں ہاتھ پسارے گا، ہر مشکل میں اس کو پکارے گا، ہر مصیبت میں "إنا للہ" کہے گا، کبریائی وعظمت کے موقع پر بے ساختہ اس کے منہ سے "اللہ اکبر" نکلے گا، ہر معاملہ میں اس کے آگے ہاتھ پھیلائے گا، کوئی بری بات کان میں پڑے گی وہ "معاذ اللہ" اور "نعوذ باللہ" کہے گا، ہر نامناسب بات پر "لاحول ولاقوۃ إلا باللہ" کے الفاظ اس کی زبان پر جاری ہو جائیں گے، اٹھتے بیٹھتے ہر کام اور ہر بات پر "الحمد للہ"، "سبحان اللہ"، "ماشاء اللہ"، "إن شاء اللہ" جیسے بابرکات کلمات اس کی زبان سے ادا ہوتے رہیں گے۔ یہ اللہ سے اس کی محبت وتعلق کا نہایت بیّن ثبوت ہوگا۔ "ذکر اللہ" کرنے والوں کی شان یہ ہے کہ دنیا کے معاملات اور تجارت میں لگے ہوئے ہیں، پھر بھی دل اُن کے کہیں اور ہی اٹکے ہوتے ہیں، نہ ان سے فرائض کی ادائیگی میں غفلت ہوتی ہے اور نہ وہ ادائے حقوق میں سستی کرتے ہیں۔ ان کی زبان "بارک اللہ!"، "یرحمک اللہ"، "یغفر اللہ"، "رحمۃ اللہ"، "واللہ، باللہ، إلا اللہ" اور اردو میں "اللہ کی رحمت ہو"، "اللہ ہدایت دے"، "اللہ برکت دے"، "اللہ صحت دے"، "اللہ رکھے"، "اللہ عافیت دے"، "اللہ خیریت سے پہنچائے"، "اللہ توفیق دے"، "اللہ خیر کرے"، "اللہ بخشے"، "اللہ رحم کرے"، "اللہ معاف کرے"، "اللہ کی پناہ" وغیرہ جملوں سے تر رہتی ہے۔

صوفیہ کے اوراد واذکار:

صوفیہ کا طریقہ سلوک، اوراد واذکار اور اشغال واعمال کا دستور العمل جو اصلاح اعمال واحوال کا کامیاب تجرباتی طریقہ کار ہے، اس نظام کا ایک حصہ ہے، چنانچہ شاہ عبد العزیز دہلویؒ آیہ شریفہ: "وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ" (المزمل: ۸) "اور آپ اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو۔" کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

ترجمہ:۔ "یعنی آپ اپنے پروردگار کا نام ہمیشہ یاد کرتے رہیں، ہر وقت اور ہر کام میں اور ہر عبادت کے ساتھ خواہ اس کے اثناء میں ہو، اور خواہ اس کے اول وآخر میں، خواہ زبان سے ہو، خواہ لطیفۂ قلب سے اور خواہ روح سے اور خواہ سری ہو، خواہ خفی اور خواہ اخفی، اور خواہ نفس سے ہو، خواہ دن میں ہو، خواہ رات میں، ذکرِ لسانی سراً ہو یا جہراً، اور چاہے پوشیدہ ہو، اور پروردگار کا نام خواہ اسم ذات ہو یا اسم اشارہ "ھو" سے ہو یا اسماء حسنیٰ میں سے کسی ایک نام سے ہو، جو نام سالک کی ذات اور اس کے حال اور وقت کے زیادہ مناسب ہو، پھر اسم ذات یا کلمہ طیبہ کے ضمن میں نفی واثبات کے ساتھ، خواہ "سبحان اللہ"، "الحمد للہ"، "اللہ اکبر" اور "لاحول ولاقوۃ إلا باللہ" کے ساتھ اور دوسرے مسنون اذکار کے ساتھ ہو، اور خواہ کیفیتِ ذکر یک ضربی ہو خواہ دو ضربی، یا اس سے بھی زیادہ، خواہ حبسِ نفس کے ساتھ ہو یا حبسِ دم کے بغیر، برزخ کے بغیر ہو یا برزخ کے ساتھ، خواہ سہ رکنی ہو یا ہفت رکنی، خواہ شرائط عشرہ کے ساتھ ہو (یعنی شد، مد، تحت، فوق، محاربہ، مراقبہ، محاسبہ، مواعظ، تعظیم اور حرمت) یا ان شرائط وغیرہ کے بغیر دوسری خصوصیات کے ساتھ ہو جو ماہرین اہل طریقت کی وضع واستنباط کی ہوئی ہیں۔ قرآن کہتا ہے: "اگر تمہیں خود علم نہیں ہے تو نصیحت کا علم رکھنے والوں سے پوچھ لو۔" (الانبیاء:۷)

(جاری ہے)

کھیل کود کے بین الاقوامی نقصانات

اور ہماری نئی نسل

مولانا توحید عالم قاسمی، دیوبند

معلم انسانیت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیل، کود اور لہو ولعب کے تعلق سے ایک ضابطہ بیان فرمایا:

"کل ما یلھو بہ المرء المسلم باطل الا رمیہ بقوسہ وتادیبہ فرسہ وملاعبتہ امراتہ فانھن من الحق۔" (ترمذی)

"ہر وہ لہو ولعب جس میں مسلمان مشغول ہو باطل و ناجائز ہے، صرف اس کا تیر اندازی کرنا، گھڑ سواری کرنا اور اپنی بیوی سے دل لگی کرنا، کیونکہ یہ امور جائز اور مباح ہیں۔"

اسی روایت کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں بھی ذکر کیا ہے، جس کی تشریح میں شارح ابوداؤد علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کھیلوں کا استثناء فرمایا ہے، ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھیل جن سے حق میں تعاون اور مدد ملتی ہو وہ جائز ہیں، جیسے ہتھیار چلانا سیکھنا، دوڑنا وغیرہ ان کو انسان ورزش کے طور پر کرتا ہے اور ان سے بدن میں طاقت آتی ہے اور دشمن کے مقابلہ میں مدد ملتی ہے۔

مذکورہ کھیلوں کے علاوہ کام چوروں کے کھیل، مثلاً نرد، شطرنج اور کبوتر بازی وغیرہ ان سے کسی طرح بھی حق میں تعاون نہیں ملتا ہے اور نہ ہی ان سے کسی واجب کی ادائیگی میں انبساط پیدا ہوتا ہے، چنانچہ یہ سب ممنوع ہیں اور ان کی شریعت میں اجازت نہیں۔

(معالم السنن للخطابی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوکر اپنی چادر سے میرے لئے پردہ کرلیتے تھے، حبشی لوگ مسجد نبوی میں اپنے ہتھیاروں سے کھیلتے تھے، میں اس کو دیکھتی اور جب تک سیر ہوکر ہٹ نہ جاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے کھڑے رہتے تھے، آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ مجھ جیسی کم سن اور کم عمر لڑکی کھیل کی شوقین کتنی دیر تک تماشا دیکھتی ہوگی۔ (مسلم، ج:۲، ص:۶۰۹)

امام بغویؒ شارح مسلم حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہتھیاروں کا کھیل مثلاً بندوق کی گولی، تیر کا نشانہ، بانک اور پٹہ وغیرہ جہاد کی نیت سے مسجد میں سیکھنا اور کھیلنا جائز ہے، اگر عورتیں مردوں کے ایسے کھیل دیکھیں تو جائز ہے، بشرطیکہ مردوں کی نظر عورتوں پر نہ پڑے اور اگر عورت کی نگاہ کسی اجنبی پر شہوت سے پڑے تو بالاتفاق حرام ہے۔ (عصر حاضر کے نوجوان، ص:۵۲)

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

"بعض لوگ غم غلط کرنے والی چیزوں میں مشغول ہوجاتے ہیں، جیسے شطرنج، کبوتر بازی، بٹیر بازی اور جانوروں کو لڑانا وغیرہ انسان جب ان چیزوں میں مشغول ہوتا ہے تو اس کو کھانے، پینے کی خبر نہیں رہتی، بلکہ بسا اوقات پیشاب روکے بیٹھا رہتا ہے اور وہاں سے نہیں ٹلتا، پھر اگر ایسی چیزوں میں مشغول رہنے کا دستور ہوجائے تو یہ لوگ تمام شہر والوں پر بوجھ بن جائیں گے اور اپنی جان کی ان کو خبر نہ رہے گی، اس لئے ان مشاغل سے منع کردیا جائے۔"

(المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ، ص:۳۲۶،۳۲۷)

عالمی منظر نامہ:

حالات حاضرہ پر نظر رکھنے والے اور بین الاقوامی منظر نامے کو چشم بصیرت سے دیکھنے والے حضرات خوب جانتے ہیں کہ دور حاضر میں مختلف قسم کے کھیل مروج ہیں، مثلاً کرکٹ، ہاکی، ٹینس، ٹیبل ٹینس، بیڈمنٹن، باکسنگ، والی بال، فٹ بال، واسکٹ بال، گولف، بھاگ دوڑ، کبڈی، نشانہ بازی، شطرنج، کبوتر بازی، پتنگ بازی، تاش بازی، کیرم بورڈ اور لوڈو وغیرہ مذکورہ کھیلوں میں سے اکثر کھیل نہ ورزش سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ جسمانی طاقت وقوت اور دماغی صلاحیت و اہلیت میں اضافہ کا سبب اور ذریعہ بنتے ہیں، اسی لئے وہ مفید ہونے کے بجائے نوع بنوع کے نقصانات کا وسیلہ ثابت ہوتے ہیں، کیونکہ اب عالمی سطح پر ان کھیلوں کو ترقی اور فروغ دینے کے اسباب و وسائل اور ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں اور بے تحاشہ دولت لٹائی جاتی ہے، حکومتیں تمام ضرورتوں اور اہم کاموں کو پس پشت ڈال کر کھیلوں کا انعقاد کراتی ہیں اور پوری دنیا سے کام چوروں (کھلاڑیوں) کو اپنے اپنے ملک میں خصوصی دعوت دے کر مدعو کرتی ہیں، ان کو اعزاز دیا جاتا ہے، اہم اور

اعلیٰ حکام کے برابر حفاظت (سیکورٹی) کرنے والے افراد مہیا کرائے جاتے ہیں، نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ امریکا کے علاوہ تمام ممالک میں جس طرح تعلیم، صحت، زراعت، توانائی، خارجی امور، داخلی امور اور دفاعی معاملات وغیرہ ضروری کاموں اور اہم اہم امور و معاملات کے لئے وزارتیں اور محکمے تجویز ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح کھیل، کود کے لئے بھی وزارت اور مستقل محکمہ کا تعین عمل میں آتا ہے اور جس طرح دوسری وزارتیں سالانہ اپنا بجٹ منظور کراتی ہیں، اسی طرح وزارت کھیل کو بھی اپنا سالانہ بجٹ پاس کراتی ہے، ہر چھوٹا، بڑا ملک اس بیہودہ اور لایعنی بلکہ تباہ کن اور برباد کنندہ عمل یعنی کھیل پر ہر سال اربوں اور کھربوں ڈالر صرف کرتا ہے، جبکہ ان ممالک میں بہت سے ملک ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کے باشندوں کی اکثریت خطِ افلاس اور غربی کی ریکھا سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اور ایک بڑی تعداد ایسے خاندانوں کی ہوتی ہے جو پیٹ بھر کھانا اور صاف پانی جیسی بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہیں اور سر چھپانے کے لئے چھت نہیں، بلکہ کھلے آسمان کے نیچے گرمی، سردی کے سخت موسم میں رات دن گزر، بسر کرنے پر مجبور ہیں، تعلیم یا معیاری زندگی کا کوئی بھی تصور ان کے لئے محال و ناممکن ہے، لیکن اربابِ حکومت اور سرمایہ دار طبقہ کو کبھی بھی ان پسماندہ بلکہ درماندہ افراد کی فکر لاحق نہیں ہوتی۔ اگر فکر ہوتی ہے تو بین الاقوامی کھیلوں کے انعقاد کی، دوسرے ممالک کے کھلاڑیوں کو اپنے ملک میں بلا کر کھیل کرانے کی اور اپنے ملک کے پیشہ ور کھلاڑیوں کو دوسرے ملکوں میں بھیج کر کھلانے کی، جس کے لئے ان کے پاس اربوں ڈالر اور کھربوں روپے موجود ہی نہیں، بلکہ زائد از ضرورت ہوتے ہیں، کبھی کھیلوں کے لئے میدان اور کھیل گاہ (اسٹیڈیم) تیار کرنے، کرانے پر کروڑوں کی مقدار میں روپیہ صرف ہوتا ہے تو کبھی میڈیا اور ذرائع ابلاغ سے کھیلوں کی تشہیر و اعلانات پر بے پناہ دولت بہائی جاتی ہے، آج کھلاڑیوں کی ٹریننگ اور تیاری پر ملک و ملت کا قیمتی سرمایہ صرف ہو رہا ہے، تو کل کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے انعامات اور اعزازات کی شکل میں خطیر رقم تقسیم کی جاتی ہے۔

نقصانات:

بین الاقوامی اور عالمی منظر نامہ کا بغور مطالعہ کرنے سے درج ذیل نقصانات سامنے آتے ہیں:

۱:... **وقت کا ضیاع:** وقت سب سے قیمتی سرمایہ ہے اور وہ ان کھیلوں کی نحوست سے مہینوں کے حساب سے برباد اور ضائع ہوتا ہے۔

۲:... **تعلیمی انحطاط:** کھیلوں کے انعقاد وغیرہ مسائل عام طور پر یہود و نصاریٰ کے قبضہ میں ہیں وہ مشرقی اور بالخصوص برصغیر (ایشیا) میں ایسے وقت کا انتخاب کرتے ہیں جو عین امتحان یا امتحان کے قریب تر ہو، پس تمام نوجوان اپنی تعلیمی سرگرمیوں کو چھوڑ کر تمام تر دلچسپی کھیل میں لیتے ہیں جس کا براہ راست اثر تعلیم اور اس کے نتیجہ پر پڑنا بدیہی امر ہے۔

۳:... **اقتصادی زبوں حالی:** سال کے اکثر حصے میں کھیل کسی نہ کسی صورت میں ہوتے رہتے ہیں اور تجارت پیشہ افراد اسی طرح ملازمین و مزدور حضرات کھیلوں کے اس قدر دلدادہ ہوتے جا رہے ہیں کہ اپنے کاروبار اور ملازمت وغیرہ پر پوری توجہ نہیں دے پاتے، پس بزنس مین لوگوں کی تجارت ٹھپ ہو جاتی ہے اور ملازمین کی ملازمت خطرے میں پڑ جاتی ہے، چنانچہ اقتصادی اور معاشی حالت مضبوط و مستحکم ہونے کے بجائے کمزور سے کمزور تر ہو جاتی ہے۔

۴:... **ملک و ملت کی پستی:** موجودہ دور سائنس و ٹیکنالوجی اور نئی نئی ایجادات و اختراعات کا ہے، مغرب اس سلسلہ میں بازی مار چکا ہے اور ایشائی ممالک ذہنی اور دماغی اعتبار سے مغرب سے دو ہاتھ آگے ہی ہیں، لیکن قوم کا کریم اور مکھن نوجوان طبقہ ہوتا ہے، وہی قوم کو ثریا پر لے جا سکتا ہے اور وہی تحت الثریٰ میں بھی دھکیل سکتا ہے، جب نوجوانوں کو کھیل، کود اور لہو و لعب میں مست کر دیا تو اس سے ایجادات و اختراعات کی توقع رکھنا فضول ہے، اسی لئے ایشیائی ملکوں میں اس نوع کی ترقیات صفر کے درجہ میں ہیں۔

۵:... **مذہب بیزاری:** عصر حاضر کا نوجوان دین و مذہب سے دور کا بھی تعلق رکھنے کے لئے تیار نہیں ہے، دینی گھرانوں میں پیدا ہونے والا نوجوان بھی ضروریات دین سے مکمل واقف نہیں ہے کہ نہ غسل کے فرائض اور اس کا طریقہ معلوم ہے اور نہ غسل واجب کرنے والی چیزیں معلوم ہیں، اسی طرح نہ وضو اور نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہے، نہ زکوٰۃ اور فریضہ حج کا علم ہے اور جب علم ہی نہیں تو عمل کا تو پوچھنا ہی کیا؟ اور جو نوجوان بے دین گھرانوں میں پیدا ہوئے ہیں ان کا حال تو ایسا ہے کہ بس ان کا اللہ ہی حافظ ہے، کفریہ کلمات و اعمال تک کی پرواہ نہیں کرتے۔

۶:... **عزم و حوصلہ کا فقدان:** جب جد و جہد اور محنت و مشقت سے کبھی واسطہ نہیں پڑتا تو جسم میں طاقت و قوت مفلوج ہو جاتی ہے، پس جہد مسلسل یا عمل پیہم کی اگر کبھی نوبت آ جاتی ہے تو نوجوان ہمت جتانے میں ناکام ثابت ہوتا ہے اور نتیجتاً راہ فرار اختیار کر لیتا ہے۔

۷:... **فکر و تدبر کی کمی:** ذہن و دماغ خدا کی دی ہوئی ایسی بے بدل اور بے نظیر دولت ہے کہ جتنا استعمال کرو بڑھتی ہے اور اسی دولت عظمیٰ کے ذریعہ انسان تمام مخلوقات خدا سے بہتر اور اعلیٰ و اشرف

کھلانے کا حق دار ہے، پھر اسی دماغ کو بروئے کار لاکر یہ مٹی کا پتلا ہر شے سے اپنے نفع اور فائدہ کے اجزا حاصل کرلیتا ہے اور اس کا ضرر رساں مادے سے اجتناب کرتا ہے، لیکن یہ دولت اگر استعمال نہ کی جائے تو صاحب دماغ اپنی ذہنی صلاحیت ولیاقت سے محروم ہوجاتا ہے، پھر وہ فکر وتدبر اور سوچنے یا احساس کرنے کے لائق بھی نہیں رہتا، عصر حاضر کا نوجوان اس کی زندہ مثال ہے۔

۸:...بے راہ روی: کھیل، کود اور لہو ولعب کو جب اس درجہ ترقی ہوجائے کہ وہ معیوب کے بجائے ہنرمندی باور کیا جانے لگے تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اس سے وابستہ افراد اور بالخصوص نوخیز بچے خود کو باکمال تصور کرکے اپنے مستقبل کے فیصلے خود کریں گے، اپنے بڑوں کو بے وقوف اور پاگل سمجھیں گے، ان کی نافرمانیوں پر اتر آئیں گے، پھر انسانیت سے گرے ہوئے عادات واخلاق میں گرفتار ہوجائیں گے اور بے راہ روی اور اخلاقی پستی کی دلدل میں پھنس جائیں گے۔

۹:...مال ودولت کی بربادی: کھیلوں پر ایک طرف تو حکومتیں بارش کی طرح دولت برساتی ہیں اور دوسری طرف عوام بھی خطیر رقم صرف کرتے ہیں، غیر ملکی اسفار کرنا اور ہوٹلوں میں قیام کرنا پھر خود کھیل گاہ کے داخلہ کا ٹکٹ یہ سب بڑی رقم کے صرفے ہیں اور بعض کھیل تو بہت ہی مہنگے ہوتے ہیں جو متوسط طبقہ کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں۔

۱۰:...فحاشی اور عریانیت: وہ کھیل جن میں صرف مرد کھیلتے ہیں ان میں بھی وقفہ وقفہ سے نیم برہنہ عورتوں کا میدان میں آنا جانا اور ناچنا وڈانس کرنا اب شروع ہوتا جارہا ہے، اسی طرح دیکھنے والوں میں مرد و عورت کا اختلاط ہوتا ہے، کیونکہ نشست گاہیں مشترک ہوتی ہیں اور جن کھیلوں میں عورتیں کھیلتی ہیں، ان میں تو عریانیت ناقابل بیان ہے اور رفتہ رفتہ تمام کھیلوں میں عورتوں کو گھسیٹا جارہا ہے اور عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہی ہیں وہ خوشی خوشی آزادیٔ نسواں کا نعرہ لگا کر میدان میں کود جاتی ہیں اور مرد وحشی ان کے لئے جیسا بھی چاہیں، لباس مقرر کردیں، وہ بخوشی اسی کو قبول کرلیتی ہیں اور اپنے مستور بدن کی برملا نمائش کرتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

راہنما خطوط اور چند مشورے:

۱:...بین الاقوامی قائدین اور ملک کے ارباب حل وعقد اور لیڈر حضرات اس سلسلہ میں پیش قدمی کریں اور آگے آئیں کہ تمام غیر مفید، لایعنی اور مضر کھیلوں کو رواج وترقی دینے کے بجائے ان پر رکاوٹ اور پابندی عائد کریں، ایسے کھیلوں سے وابستہ افراد کی حوصلہ افزائی نہ ہو، بلکہ ملک وملت کے تابناک اور روشن مستقبل کو تاریک کرنے کی پاداش میں جواب دہ بنایا جائے اور کھیلوں سے متعلق تمام اکیڈمیوں اور تنظیموں کا مالی تعاون بند کرکے ان کا رجسٹریشن رد کیا جائے تاکہ قوم کا سرمایہ اور ملک کا مستقبل (نوجوان طبقہ) تباہ وبرباد ہونے سے محفوظ ہوجائے۔

۲:...ملکی حکومتیں اور ریاستی سرکاریں اپنے زیر انتظام اور زیر نگرانی ایسے کھیل اور کود کو بڑھاوا دینے کی سعی کریں جو جسمانی صحت اور دماغی بالیدگی میں معاون ثابت ہوں مثلاً ہتھیار چلانا سیکھنا، ہتھیار بنانے کی تربیت دینا، گھڑسواری کرنا، دور حاضر میں پائی جانے والی گاڑیاں چلانا سیکھنا، کشتیاں کرانا، کبڈی کھیلنا اور بھاگنا دوڑنا وغیرہ یہ تمام اور ان جیسے کھیلوں سے جسم میں طاقت وقوت پیدا ہوتی ہے اور ذہن ودماغ میں وسعت اور کشادگی آتی ہے، اسی لئے حدیث شریف اور قرآن کریم سے بھی اس طریقہ کے کھیلوں کی اجازت ہی معلوم نہیں ہوتی، بلکہ خاص خاص موقعوں پر یہ امور باعث اجر وثواب ہوجاتے ہیں، البتہ ان کھیلوں پر بھی بے دریغ اور بے تحاشہ دولت لٹانے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے، کفایت شعاری کے ساتھ پیسہ صرف کیا جائے، کھلاڑیوں کے اعزازات وانعامات بھی محدود ہوں جو صرف حوصلہ افزائی ہی ہوں، ایسا نہ ہو کہ پیسے کی ریل پیل کو دیکھ کر نادان لوگ ان کھیلوں کو ہی مقصد حیات بنالیں۔

۳:... والدین اپنے نونہالوں کی مکمل نگہداشت رکھیں بالخصوص مسلمان والدین، کیونکہ اس عمر میں اگر بچوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ انجام سے بے خبر اور نتیجہ کی پرواہ کئے بغیر اپنی منزل طے کرلیتے ہیں، اس لئے والدین کو چاہئے کہ ایسا وقت آنے سے پہلے ہی ان کی نگرانی کریں اور برے معاشرے اور غلط سوسائٹی کی بھینٹ چڑھنے سے قبل ہی اپنے جگر گوشوں کی بود وباش، نشست وبرخاست اور خلوت وجلوت پر نظر رکھیں۔ آپ کا نور نظر کہاں جاتا ہے؟ کیا کرتا ہے؟ کس کے ساتھ رہتا ہے؟ اور کس کے پاس آمد و رفت رکھتا ہے؟ ان تمام امور پر نظر رکھنے کا اہتمام ضرور کریں کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ادب سکھلانے کی فضیلت بیان فرمائی ہے، ارشاد نبوی ہے:

”ما نحل والد ولداً أفضل من ادب حسن۔“ (ترمذی، رقم الحدیث:۱۹۵۲)

ترجمہ: ”کوئی باپ اپنی اولاد کو اچھے ادب سے افضل اور بہتر تحفہ نہیں دے سکتا۔“

۴:...بچوں کے شعور کی حد کو پہنچنے سے قبل ہی ان کی دماغی اور ذہنی تربیت شروع ہوجانی چاہئے، جس طرح ان کی خورد ونوش کی اشیاء اور چیزوں میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ایسی چیزیں ہی کھلائی، پلائی جائیں جو دماغی بالیدگی اور ذہنی افتادگی میں معاون ثابت ہوں اور ایسی اشیاء سے اجتناب

برتا جاتا ہے جو ذہن ودماغ اور صحت جسمانی کے لئے مضر اور نقصان دہ ہوں، اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ ان کو کھیل وغیرہ میں ایسے کھیلوں کا عادی بنایا جائے جو جسم انسانی کے کسی بھی حصے اور جزو کو نقصان دینے کے بجائے ذہنی وسعت اور دماغی ترقی کے لئے مفید ہوں۔

۵:... عقل وشعور کی حد شروع ہوتے ہی بچوں کے دلوں کی سادہ اور صاف تختی پر دنیا کی بے فائدہ اور نقصان دہ باتوں کے ثبت ہونے سے پیشتر والدین اور مربی حضرات اللہ اور رسول اللہ، ایمان و اسلام، دین و مذہب اور عقائد و اعمال سے متعلق ابتدائی باتوں سے ان کے قلوب کو موحد اور مسلمان بنادیں، مثلاً اللہ ایک ہے، وہی عبادت کے لائق ہے، ہمیں اور پوری دنیا کو اسی نے پیدا کیا، وہی نفع و نقصان کا مالک ہے، وہی زندگی دیتا ہے، وہی مارتا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور نبی ہیں، محمد اور احمد دونوں ان کے نام ہیں، آپ سب سے آخری نبی ہیں، آپ کے والد کا نام عبداللہ، ماں کا نام آمنہ ہے، دودھ پلانے والی والدہ کا نام حلیمہ سعدیہ ہے، دادا، چچا، پھوپھیاں، بیٹیاں، بیٹے، بیویاں فلاں فلاں ہیں، عمر مبارک یہ ہوئی، کہاں پیدا ہوئے؟ مدفون کون سے شہر میں ہیں؟ اسلام کیسے پھیلا؟ اسلام کے چھ کلمے، ایمان مفصل، ایمان مجمل، نماز اور اس کا طریقہ، وضو کے فرائض اور اس کا طریقہ، غسل کے فرائض اور اس کا طریقہ، حج، روزہ اور زکوٰۃ سے تعلق رکھنے والی عام فہم باتوں بار بار بتائی جائیں، اسی طرح وہ مسنون دعائیں جو ہر وقت کام آتی رہتی ہیں، جیسے کھانے سے پہلے اور بعد کی دعا، ہر کام کے شروع کرنے کی دعا، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعا، سونے سے پہلے اور اٹھنے کے بعد کی دعا، بیت الخلا میں جانے اور باہر نکلنے کی دعا، وغیرہ بھی ضرور یاد کرائی جائیں۔

۶:... اولاد کو پڑھانے، لکھانے کا شوق سبھی والدین کو ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے، لیکن مسلمان ہونے کی وجہ سے کچھ تقاضے بھی ہوتے ہیں جن کی رعایت کرنا اسلامی فریضہ ہے: (۱) یہ کہ اگر آپ اپنی اولاد کو دینی علوم کے علاوہ دنیاوی اور عصری علوم میں ڈگریاں دلانا چاہتے ہیں تو دین و مذہب آپ کو روکتا نہیں، بس اتنا تقاضا رکھتا ہے کہ آپ بچوں کو ایسے اداروں میں داخل کریں، جس میں اسلام اور شریعت محمدیہ کے خلاف مضامین شاملِ درس اور داخل نصاب نہ ہوں، اسی طرح اس ادارے میں کوئی عمل ایسا ضروری نہ ہو جو اسلامی روح اور دینی مزاج کے منافی ہو۔ (۲) اگر آپ اپنے بچوں کو حافظِ قرآن اور عالم دین نہ بھی بناسکیں تو اتنا ضرور کرلیں کہ آپ کے بچے قرآن کریم صحیح ادائیگی کے ساتھ دیکھ کر پڑھ لیں اور سورۂ یٰسین، سورۂ واقعہ، سورۂ ملک، سورۂ کہف اور آخری پارہ حفظ کرلیں۔

۷:... بچے اور بچیاں جب سات سال کے ہوجائیں تو نماز، روزہ کی عادت ڈالنے کے لئے نماز پڑھنے کا حکم کیا جائے اور بچوں کو باپ ساتھ لے کر مسجد جائے اور بچیوں کو ماں اپنے ساتھ گھر کی چہار دیواری میں نماز پڑھائے اور رمضان شریف آئے تو روزہ رکھوایا جائے، دس سال کی عمر میں نماز، روزہ میں کوتاہی کرنے پر تنبیہ کی جائے اور ہلکی پھلکی پٹائی بھی کی جائے تاکہ تادیب ہوجائے اور آئندہ ایسی جسارت نہ کریں۔

۸:... بچوں کو کھیل کود، سیر وتفریح، رہنے سہنے میں والدین اس بات پر ضرور توجہ رکھیں کہ دس سال عمر ہونے کے بعد بچوں اور بچیوں کو مخلوط نہ رہنے دیں، کھیل ہو تو بھی بچے اور لڑکے علیحدہ کھیل کھیلیں اور بچیاں بالکل الگ اپنا کھیل اختیار کریں، سیر و تفریح میں دونوں جنس ساتھ نہ ہوں حتیٰ کہ حصول تعلیم وتربیت کے لئے بھی درسگاہ اور کلاس میں اختلاط نہ ہو، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دس سال کی عمر میں لڑکے اور لڑکیوں کے بستر علیحدہ کرنے کا حکم فرمایا ہے، اسی حدیث نبوی سے علماء کرام نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ تعلیمی اداروں میں دس سال سے پہلے پہلے بچے اور بچیاں مخلوط پڑھ سکتے ہیں، لیکن اس کے بعد نہیں، پھر خطرات شروع ہوجاتے ہیں پس والدین اس اسلامی ضابطہ پر عمل کریں کہ اسلام ایسا صاف، ستھرا دین ہے جو بے راہ روی سے بچاتا ہی نہیں بلکہ بے راہ روی کے راستے ہی بند کردیتا ہے۔

۹:... والدین اگر یہ خواہش اور تمنا رکھتے ہوں کہ ہماری اولاد کسی لائق بنیں اور ہر میدان میں بازی ماریں، دین و دنیا دونوں اعتبار سے فائق ہوں اور ان کا مستقبل روشن و تابناک ہو تو والدین کے لئے ضروری ہے کہ اپنے گھر کا ماحول مہذب و شائستہ بنائیں اور ماحول ومعاشرے کی تہذیب وشائستگی کے لئے چند چیزوں سے گھر کو صاف کرنا اور ان کی آلائشوں اور گندگیوں سے گھر کو دھونا ہوگا، جیسے ٹی وی، وی سی آر، سی ڈیز، ڈی وی ڈیز، ریڈیو، ٹیپ وغیرہ جب تک گھر کے کسی بھی گوشے اور کنارے میں یہ وبائیں موجود ہوں گی، اس گھر میں سدھار ناممکن ہے، اسی طرح موبائل، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے دائرے بھی محدود کرنے ہوں گے۔ ان تینوں کے استعمال میں والدین خود بھی محتاط رہیں، یعنی بے جا اور بے ضرورت بالکل استعمال نہ کریں، اسی طرح اپنے نونہالوں کو ان سے حتی الوسع دور رکھیں، بقدر ضرورت سکھانے میں اور استفادہ کی حد تک استعمال کرنے میں مضائقہ نہیں، لیکن فوائد اور ثمرات کے خول اور لباس میں بے شمار نقصانات مضر اور پوشیدہ ہیں، ان سے بچانا ضروری ہے۔ نیز بچوں کی تربیت میں اس

بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ ہمارا نوجوان بچہ غیر محرم عورتوں بالخصوص نوعمر بچیوں سے دور رہے، کسی صورت بھی عورتوں اور لڑکیوں سے قربت پیدا نہ ہو، نہ وہ دوسروں کے گھر آمدورفت رکھے اور نہ دوسرے گھروں کی لڑکیاں آپ کے گھر آمدورفت پیدا کریں اور نہ گھر کے باہر لڑکیوں سے اس کا کوئی تعلق اور راہ و رسم پیدا ہو، اسی طرح اپنی بچی پر سخت نظر اور توجہ رکھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اس وقت کی لاپرواہی اور بے توجہی والدین کو خون کے آنسو رلا دیتی ہے، پھر بعد میں والدین چاروناچار جوان العمر بچوں اور بچیوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

۱۰: ۔۔۔ نوجوان بچوں کو دینی ماحول اور اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ اور قریب تر کرنے کی حد درجہ جدوجہد اور مفید سعی کرنی چاہئے کہ سیرت نبوی، اسلامی تاریخ، صحابہ کے واقعات، بزرگان دین کے قصے اور مفید و ناصحانہ ملفوظات وغیرہ کی کتابیں خود بھی گھر میں گاہ بگاہ پڑھتے رہنا چاہئے اور بچوں کو تاکید کے ساتھ کہہ کر پڑھوائیں اور جوان ہونے کے بعد ان کی شادی میں تاخیر نہ کریں، کیونکہ شادی میں تاخیر بھی جوان لڑکوں اور لڑکیوں میں غلط راستہ اختیار کرنے میں تحریک پیدا کرتی ہے اور اس کا گناہ اور وبال باپ پر ہوتا ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہو تو وہ اس کا اچھا سا نام رکھے، اس کی اچھی تربیت کرے اور جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کردے، پس اگر بالغ ہونے کے بعد اس نے اس کی شادی نہیں کی اور وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو گیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا۔“

☆☆............☆☆

بقیہ: .... اداریہ

۸)...... قادیانی اپنے مردوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے پر اصرار کیا کرتے تھے، لیکن اب مسلمانوں کے قبرستان میں ان کا دفن کیا جانا ممنوع ہے۔

۹)...... پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور فوجی ملازمتوں کے فارموں میں قادیانیوں کو اپنے مذہب کی تصریح کرنا پڑتی ہے۔

۱۰)...... پاکستان میں ختم نبوت کے خلاف کہنا یا لکھنا قابل تعزیر جرم قرار دیا جاچکا ہے۔

۱۱)...... سعودی عرب، لیبیا اور دیگر اسلامی ممالک میں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع ہے، اور انہیں ”اسلام کے جاسوس“ قرار دیا جاچکا ہے۔

۱۲)...... مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے خلاف لب کشائی کی پاکستان میں اجازت نہیں تھی، مگر اب صورت حال یہ ہے کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔

۱۳)...... قادیانی جو بیرونی ممالک میں یہ پروپیگنڈہ کیا کرتے تھے، کہ پاکستان میں قادیانیوں کی حکومت ہے اور دارالخلافہ ”ربوہ“ ہے، وہ اس جھوٹ پر نہ صرف پوری دنیا میں ذلیل ہو چکے ہیں، بلکہ خدا کی زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو رہی ہے، حتیٰ کہ قادیانی سربراہ کو لندن میں بھی چین نصیب نہیں۔“

(تحفہ قادیانیت، صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۲)

قادیانیوں کو سوچنا چاہئے کہ وہ بھولے اور سادہ لوح مسلمانوں کو جو بتلاتے ہیں کہ ہمارا مسلمانوں سے کوئی بڑا اختلاف نہیں وہ ان عبارات کو پڑھ کر قادیانیت کا طوق اپنے گلے سے اتار کر صدق دل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے وابستہ ہو جائیں ورنہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان کے ساتھ غیر مسلموں والا سلوک کریں اور ان کے ساتھ خوشی، غمی، رشتہ ناتہ اور ہر قسم کے معاملات سے کلی طور پر اجتناب کریں، ورنہ اندیشہ ہے کہ کہیں آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب الیم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم نہ ہو جائیں۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

کہتے تو ہیں بھلے کی وہ لیکن بُری طرح!

شمس الحق ندوی

الحمدللہ! ہم مسلمان ہیں، مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ زندگی عارضی اور فانی ہے، اس دنیا کی محدود زندگی گزرنے کے بعد جب انسان مرتا ہے تو وہ دراصل مرتا نہیں بلکہ موت کے پل سے گزر کر دائمی زندگی پا جاتا ہے، جس کو کبھی فنا نہیں، اسی زندگی کو آخرت کی زندگی کہا جاتا ہے، اس دوسری زندگی میں انسان کو کوئی عمل نہ کرنا ہوگا، بلکہ دنیا کی فانی اور عارضی زندگی میں اچھا یا بُرا جو عمل اس نے کیا ہے، اب اس کا صلہ پائے گا، اچھا کیا ہے تو عیش وتنعم کی زندگی پائے گا جس کو دین اسلام کی اصطلاح میں ''جنت'' کہا جاتا ہے اور بُرا کیا ہے تو اس کا بُرا بدلہ پائے گا، عذاب وسزا کی زندگی گزارے گا، جب تک اس کی شامت اعمال کے داغ دھبے دھل نہ جائیں، اس عذاب وسزا کی جگہ کو دین اسلام کی اصطلاح میں ''جہنم'' کہا جاتا ہے، یہ ایک مسلمان کا عقیدہ ہے، اس میں اس کو ذرہ برابر شک نہیں ہوتا، اگر ہوتو وہ صحیح معنوں میں مسلمان نہیں۔

اس آخرت والی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے دین اسلام نے بہت سے اصول وقاعدے اور احکامات بتائے ہیں جو ہم تک قرآن وحدیث کی شکل میں پہنچے اور موجود ہیں، اس وقت وہ تمام تفصیلات ہمارا موضوع نہیں ہیں۔

اس وقت ہمارا موضوع انسانی اعضا میں سے صرف زبان ہے، انسانی اعضا میں یہ اتنی اہمیت کی حامل ہے کہ جب تک انسان کو بولنا نہ آتا ہو وہ اپنے جذبات واحساسات کا اور ضروریات و تقاضوں کا اظہار نہیں کرسکتا، زبان اتنی نازک واہم چیز ہے کہ اس سے انسان عزت، پیار، محبوبیت اور مقبولیت حاصل کرلیتا ہے اور اس زبان کی بے احتیاطی اور غلط و بے جا استعمال سے معتوب و مغضوب ہوجاتا ہے، خدا کی ناراضگی کے ساتھ ساتھ اپنے جیسے انسانوں کو بھی اپنا مخالف و دشمن بنالیتا یا کم از کم یہ کہ اپنے سے متنفر کردیتا ہے، زبان کی اس نزاکت واہمیت اور دودھاری تلوار ہونے ہی کی وجہ سے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص دو چیزوں کی ذمہ داری لے لے، میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں، زبان اور شرم گاہ۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں:

''من یضمن لی مابین لحییہ ومابین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔'' (متفق علیہ)

یہ موضوع بہت وسیع ہے، اس وقت تو ہم اپنی اس برادری سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں جو قوم و ملت کی خدمت میں سرگرم عمل ہے اور ملت کو مثبت و بامقصد کاموں میں لگنے کی دعوت دینے کے مبارک و ضروری کام میں مصروف ہے۔

زبان سے نکلنے والے الفاظ کی دو شکلیں ہوتی ہیں، ایک آواز کی شکل میں جس کو تقریر و گفتگو سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ایک تحریر کی شکل میں جس کو مضمون ومقالہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اگر ہم اپنی تقریر یا تحریر میں اپنے ہزار مخلص ہونے کے باوجود طنز و تعریض کا اسلوب اپنائیں گے تو ہمارے ناقص خیال میں ہماری یہ تقریر وتحریر مفید ہونے کے بجائے مضر ثابت ہوگی، جن لوگوں کو ہم اپنے ساتھ لے کر کام کرنا چاہتے ہیں یا جن سے کام لینا اور ان کو کام میں لگانا چاہتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ہم سے دور ہوجائیں گے بلکہ وہ ہم سے متنفر ہوجائیں گے اور ہماری مخالفت پر اتر آئیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعاۃ ومبلغین کو بھیجا تو آپ نے تلقین فرمائی:

''یسروا ولا تعسروا، بشروا ولا تنفروا۔''

ترجمہ: ''آسانی اور نرمی کرو، سختی نہ برتو، خوشخبری سناؤ، دوری اور نفرت پیدا کرنے والی باتیں نہ کہو۔''

بعض وقت ہم اپنے مقررین اور اصحاب قلم کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی تقریر وتحریر میں قوم کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں کہ وہ گویا مردہ ہوچکی ہے، اب اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں ہے، اب یہ اٹھنے اور سنبھلنے کے لائق نہیں رہی، وہ مریض کیسے اچھا ہوسکتا ہے، جس کو دیکھ کر ڈاکٹر حیرت وتعجب کے انداز میں کہے: اوہو! اب تک کہاں تھے؟ تمہارا مرض اب لاعلاج ہوچکا ہے، اچھا لو میں یہ دوائیں لکھتا ہوں، ان کو استعمال کرو، ان سے فائدہ ہوگا۔

ان ناتجربہ کار معالج کی زبان سے جو الفاظ نکلے ہیں، انہوں نے تو مریض کی رہی سہی جان بھی لے لی، اب دوا سے کیا فائدہ ہوگا؟ اب تو وہ موت کے دن گنے گا اور جب مرنا ہی ہے تو دل کھول کر بدپرہیزی کرے گا جو حکیم صاحب کی دواؤں کے اثرات کو ختم کرتی رہے گی، کیا اس طرح مریض اچھا ہوسکتا ہے؟ یہی حال ایسے مقررین واصحاب قلم کا ہے جو اپنے جوش خطابت اور زور قلم سے ملت کو مردہ ثابت کرتے ہیں، پھر ماتم کرتے ہیں کہ قوم ہماری آواز پر لبیک نہیں کہتی۔

شاید حالی نے ہمارے ایسے ہی خطیبوں اور اصحاب قلم کے لئے کہا تھا:

"کہتے تو ہیں بھلے کی وہ، لیکن بُری طرح"

امت مسلمہ اس وقت خستہ حال ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے طوفانوں میں گھری ہوئی ہے، وہ اندرو باہر دونوں طرف کے دشمنوں کے نرغہ میں ہے، اس کو سہارا دینے، اٹھانے اور بے دار کرنے کے لئے زبان نیش زن نہیں، بلکہ زبان ہوشمند کی ضرورت ہے، کچھ بولنے اور لکھنے سے پہلے خوب غور کرلینا چاہئے کہ اس طرز کلام سے ہمارے مقصد کو کتنا نفع پہنچے گا اور کتنا نقصان؟ نفع ونقصان کا تناسب کیا ہوگا؟ کام کرنے کے لئے جس طرح مخلص ہونا ضروری ہے، اسی طرح حسن ادا اور حسن اسلوب بھی ضروری ہے، اس زعم میں کہ ہم مخلص ہیں، چاہے جس طرح چاہیں کہیں، لوگوں کو ماننا ہی چاہئے، بڑی سادہ لوحی اور خام خیالی کی بات ہے۔

لکھتے اور بولتے وقت اپنے کو خوب تول لینا چاہئے کہ جو کچھ ہم کہنے یا لکھنے جارہے ہیں، اس میں کہیں ہمارے نفس امارہ کا دخل تو نہیں ہوگیا ہے، کہیں ہم اس زعم باطل میں تو نہیں مبتلا ہوگئے ہیں کہ وہی طرز وطریقہ صحیح ہے جس کو ہم سوچتے اور اپناتے ہیں، ہم دین کا کام کرتے ہیں، ہم ایثار و قربانی سے کام لیتے ہیں، ہم قوم کی فکر میں گھلے جارہے ہیں، اس لئے جس اسلوب میں بھی قوم کو دعوت عمل دیں، اس کو ماننا چاہئے، انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ مخلص کون ہوسکتا ہے؟ مگر ان کو بھی یہی تعلیم ربانی ہے:

"ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔" (سورۂ نحل)

ترجمہ: "اے پیغمبر! لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقہ سے ان سے مناظرہ کرو۔"

دعوت میں حکمت اور اچھے اسلوب وانداز کا اپنانے کو حکم تو ہے ہی، بحث ومباحثہ کی ضرورت پیش آجائے تو اس میں بھی اچھا اسلوب وانداز اپنانے کی تعلیم دی گئی ہے، پھر ہمارا اپنے لکھنے اور بولنے میں ہر قید وبند سے آزاد ہونا کیونکر مفید ہوسکتا ہے؟ ہم جو کچھ لکھتے اور بولتے ہیں وہ ہوا میں نہیں چلا جاتا، بلکہ

"مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔" (سورۂ ق)

ترجمہ: "کوئی بات اس انسان کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔"

لہٰذا ہمیں لکھنے اور بولنے میں نفس کے داعیہ کو نہیں بلکہ ضرورت ومصلحت کے داعیہ کو سامنے رکھ کر بہتر ودلکش انداز میں اپنی بات کو پیش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ ہم نیکی برباد گناہ لازم کا شکار نہ ہوجائیں، بلکہ

"والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔" (سورۂ روم)

ترجمہ: "اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی، ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھائیں گے۔" کا مصداق قرار پائیں۔

محاذ پر لڑنے والی فوج سے اگر یہ کہا جائے کہ تم کیسی ناسمجھ ہو، بغیر مشق وتیاری کے میدان میں آگئی ہو، ہتھیار بھی تمہارے اچھے نہیں ہیں، تو یہ فوج اگر میدان جیت بھی رہی ہوگی تو ہار جائے گی، یہی وجہ تھی کہ جنگ کے زمانے میں فوج کو مقابل ملک کے ریڈیو کو سننے کی پابندی ہوتی ہے کہ اس کے پروپیگنڈے کا اثر فوج کے حوصلوں پر پڑے گا، بلکہ اپنے ریڈیو سے حوصلہ بڑھانے والی خبریں سنائی جاتی ہیں۔

ہمارا خارجی دشمن اپنے اور بہت ساری سازشوں اور چالوں کے ساتھ ایک چال یہ بھی چل رہا ہے کہ مسلمانوں کو میڈیا کے ذریعہ اتنا ڈرایا اور ہوا دکھایا جائے کہ ان کے حوصلے پست ہوجائیں اوران کے اندر دنیا کی پست ترین اور نکمی ترین قوم ہونے کا احساس پیدا ہوجائے کہ وہ حالات کا مقابلہ کرنے اور ہمت وحوصلہ سے کام لینے کا خواب بھی نہ دیکھ سکیں۔ ایسے میں ضروری ہے کہ ہم مسلمانوں میں اپنے دین وایمان کی حقانیت اور اس کے ہر عہد وزمانہ کا ساتھ دینے کی صلاحیت کو آشکارا کریں اور اس پر یقین واعتماد کو بحال کریں نہ یہ کہ داخلی اور فروعی مسائل پر بحث ومباحثہ کرکے اپنی صفوں میں انتشار پیدا کریں۔

ہاں! جہاں تک فرق باطلہ کا تعلق ہے، اس کا اچھے اور مناسب اسلوب بیان میں مقابلہ کرنا چاہئے کہ وہ خود حقیقت حال پر غور کرنے پر مجبور ہوں۔

☆☆..........☆☆

”عدت“ کا قرآنی حکم پڑھ کر

یہودی سائنسدان مسلمان ہوگیا

علی ہلال

طلاق کی عدت کے قرآنی حکم نے یہودی سائنس دان کو حلقہ بگوش اسلام کردیا۔ عدت کی حکمت پر غور کرنے کے بعد وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوا کہ اسلامی تعلیمات کی پابند مسلمان خواتین دنیا کی سب سے باعفت خواتین ہیں۔ اسلامی احکامات انسانی زندگی اور صحت کے اصولوں کے عین موافق ہیں اور قرآن ہی وہ معجزاتی کتاب ہے جو اپنے اندر بے شمار اسرار لئے ہوئے ہے۔ عرب جریدے البیان کی رپورٹ کے مطابق امریکی انسٹیٹیوٹ البرٹ آئن اسٹائن (Albart Einstein Institute) میں جینیات کے محقق، مشہور یہودی سائنس دان البرٹ نے گزشتہ ماہ اسلام قبول کرلیا۔ رابرٹ غلیم جینیات کے امور میں اپنی زندگی بتانے والے سائنس دان ہیں۔ ان کی پوری زندگی بچے کی ولادت، اس سے قبل کے مراحل نومولود کی نشوونما اور اس کی مختلف کیفیات پر تحقیق کرتے ہوئے گزری ہے۔ مصری ویب سائٹ الحیاۃ کی رپورٹ کے مطابق مصر کے نیشنل ہیلتھ سینٹر کے شریک پروفیسر ڈاکٹر عبدالباسط نے اپنی ویب سائٹ پر اپنے مضمون میں کہا ہے کہ یہودی سائنس دان رابرٹ غلیم کے قبول اسلام کی وجہ قرآنی آیات کا مطالعہ بنی ہے، جس میں طلاق ملنے کے بعد خاتون کو تین ماہ یعنی ”طہر“ تک عدت گزارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مشہور سائنس دان ان آیات کو پڑھ کر ورطۂ حیرت میں پڑ گئے اور فوراً اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوگئے۔ رپورٹ کے مطابق رابرٹ امریکی شہر بوسٹن میں قائم یہودی انسٹیٹیوٹ میں جینیات کے علوم پر تحقیق کا کام کرتے ہیں اور ان کی پوری زندگی بچے کی نشوونما پانے کی مختلف کیفیات پر تحقیق کرتے ہوئے گزری ہے۔ اس نے گزشتہ ماہ اسلام قبول کرنے کا اعلان کرتے ہوئے سب کو حیران کردیا ہے۔ اس سائنس دان نے نہ صرف اسلام قبول کیا ہے بلکہ اسلام قبول کرنے کے فوری بعد اس نے کہا کہ مسلمان خواتین دنیا کی سب سے پاکیزہ خواتین ہیں۔ ان کی اس حیرت انگیز تبدیلی کی وجہ معلوم کرنے کے لئے بہت سارے لوگوں نے کوششیں کیں اور کھوج لگائی کہ آخر وہ کونسے عوامل ہیں جو بوڑھے رابرٹ کو اسلام سے اتنا متاثر کرنے کا سبب بنے ہیں۔ اس راز کی جستجو بہت سارے لوگوں کو تھی۔ رابرٹ کے مسلمان ہونے کے اس راز سے مصری ڈاکٹر عبدالباسط نے پردہ اٹھایا اور کہا کہ رابرٹ کو اسلام کے اتنے قریب لانے کی موجب قرآن کی وہ آیات اور احادیث مبارکہ بنی ہیں، جن میں عورت کو ایک شوہر سے طلاق لینے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرنے سے قبل تین ماہواریوں کا انتظار کرنے کو کہا گیا ہے۔ رابرٹ چونکہ اپنی تحقیق کی روشنی میں اس بات کی تہہ تک پہنچ چکے تھے کہ رحم کی نشانیاں تین ماہواریوں سے قبل ختم نہیں ہوتی ہیں۔ اس مدت کے بعد اس کے اثرات ختم ہوجاتے ہیں اور خاتون دوسرے مرد سے شادی کے لائق ہوجاتی ہے، اگر تین ماہ سے قبل دوسرے مرد سے تعلق استوار کرلیتی ہے تو اس کا احتمال ہے کہ رحم میں پہلے سے بنی ہوئی نشانیاں ختم نہیں ہوں گی اور اس حالت میں شادی کرنا انتہائی نقصان دہ عمل تصور کیا جاتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق طبی اور سائنسی نکتہ نگاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی ایک مرد سے شادی وتعلق کے بعد اگر طلاق ہوجاتی ہے یا کسی اور صورت میں مذکورہ وقفہ کے بغیر نئی شادی وتعلق کا استوار کرنا عورت اور پیدا ہونے والے بچے کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے اور اس کی متعدد خرابیاں اور کمزوریاں اس کے جسم میں منتقل ہوجاتی ہیں جو وراثتی بن جاتی ہیں۔ جبکہ قرآن پاک سختی سے حکم دیتا ہے کہ کوئی بھی خاتون پہلے شوہر سے طلاق لینے کے بعد جب تک تین ماہ کی عدت پوری نہ کرے، کسی دوسرے سے نکاح (تعلق) قائم نہ کرے جبکہ حدیث پاک میں بھی ہے کہ کوئی شخص جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہو وہ کسی اور کی کھیتی کو سیراب نہ کرے (یعنی عورت کی عدت کے مکمل ہونے سے پہلے اس سے نکاح نہ کرے)۔ رابرٹ نے امریکا میں افریقی نژاد مسلمان خواتین پر بھرپور تحقیق کے نتیجے میں اس

بات کا مشاہدہ کیا کہ شادی شدہ مسلمان خواتین میں صرف ایک مرد کی نشانیاں پائی گئی ہیں، جبکہ امریکی معاشرے کی پروردہ غیر مسلم آزاد خیال خواتین کی بڑی تعداد کا معاملہ اس سے برعکس تھا، جس سے رابرٹ اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ امریکی و یورپی خواتین میں ایک سے زائد مردوں کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا رواج ہے جبکہ مسلمان خواتین جو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں، ایک تو وہ نکاح کے بغیر تعلقات کو ناجائز سمجھتی ہیں، دوسرا یہ کہ طلاق لینے کے بعد بھی عدت گزرنے سے پہلے نکاح کرنے سے گریزاں رہتی ہیں۔ رپورٹ کے مطابق اس سائنس دان نے اپنی قریبی رشتہ دار خواتین پر تحقیق کی تو وہ مغربی معاشرے سے بڑا دلبرداشتہ ہوا اور جب تحقیق سے اس پر یہ بات منکشف ہوئی کہ اس کے تین میں سے ایک بیٹا اس کا اپنا حقیقی ہے تو وہ صدمہ سے دوچار ہوگیا، اس بات نے رابرٹ کو بہت دکھی کر دیا اور وہ سوچنے لگا کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو خاتون کی عزت اور عفت کا حقیقی محافظ ہے اور معاشرتی اقدار کو تحفظ اور سلامتی دینے کا جو طریقہ کار اسلامی تعلیمات میں پنہاں ہے، اس کی مثال کسی بھی دین میں موجود نہیں ہے۔ اسلامی تعلیمات کی پابند خواتین ہی روئے زمین کی محفوظ ترین خواتین ہو سکتی ہیں۔ رابرٹ کا کہنا ہے کہ اس نے اسلام کے حقائق کا مشاہدہ کرتے ہوئے اسلام قبول کیا ہے، اس آیت میں پائی جانے والی حکمت نے حیرت کی ایک نئی دنیا میں پہنچا دیا ہے، جس گم گشتہ متاع کے لئے اس نے پوری زندگی سائنس اور طب کی خاک چھانی وہ اسے بڑی آسانی سے قرآن پاک کے سادہ لفظوں اور حدیث پاک کی فصیح اور آسان تر عبارت میں مل گئی۔ (بشکریہ روزنامہ امت کراچی، ۲۵ / اگست ۲۰۱۲ء)

سسکیاں لیتے بڑی مشکل سے آئے ہیں

مقدر نے اٹھایا اُٹھ تو اس محفل سے آئے ہیں
ہمیں جانے ہیں کیسے آئے ہیں، کس دل سے آئے ہیں

غمِ محمل نشیں میں ڈوب کر محمل سے آئے ہیں
یہ آنسو آنکھ سے آئے نہیں ہیں، دل سے آئے ہیں

سسکتے سسکیاں لیتے بڑی مشکل سے آئے ہیں
یہ کس جانِ جہانِ درد کی، محفل سے آئے ہیں

کسی محفل میں جی لگتا نہیں، بس دل یہ چاہے ہے
اسی محفل میں واپس جائیں، جس محفل سے آئے ہیں

پکار اٹھے ہیں سب سن کر یہ نعت ِ سرورِ عالم
یہ چند اشعار ہی آئے ہیں لیکن دل سے آئے ہیں

پروفیسر کلیم احمد عاجز، پٹنہ

REGD. NO. SS-160

اسلام زندہ باد

فرما گئے یہ ہادیؐ لانبی بعدی

تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد

31 ویں دو روزہ سالانہ عظیم الشان

ختمِ نبوّۃ کانفرنس

مسلم کالونی چناب نگر

بتاریخ

4 جمعرات

5 جمعۃ المبارک

اکتوبر 2012

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا **عبدالمجید** لدھیانوی دامت برکاتہم
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

استاذ المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر **عبدالرزاق اسکندر** صاحب دامت برکاتہم
نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا صاحبزادہ خواجہ **عزیز احمد** صاحب مدظلہ
نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا **عزیز الرحمٰن** جالندھری دامت برکاتہم
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

عنوانات

توحید باری تعالیٰ — سیرت خاتم الانبیاءﷺ — مسئلہ ختم نبوت

حیات عیسیٰ علیہ السلام — عظمت صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم — اتحادِ امت

اور ظہور مہدی جیسے اہم موضوعات پر علماء، مشائخ، قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔ اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

ملتان: 061-4783486

چناب نگر: 047-6212611